ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

2 جمادی الثانی 1440ھ | فروری 2019ء

احرار 1929ء
مجلس احرار اسلام پاکستان

عزم وہمت اور صبر و استقامت کے
89 سال

سانحۂ ساہیوال!

”وطن کا چہرہ خوں سے دھو رہے ہو“

- ”ریاست مدینہ“......فلاحی ریاست؟ کچھ قابل غور فکری پہلو
- مومن کے صفاتی خدوخال (قرآنِ کریم کی روشنی میں)
- خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- مسلمانوں کی تباہی کے اسباب
- احرار اور سرکار کی خط و کتابت......بسلسلۂ تحریکِ کشمیر
- جماعت احمدیہ......تحریفات اور جعل سازیاں

ہم تو مجبورِ وفا ہیں

تجھ کو کتنوں کا لہو چاہیے اے ارضِ وطن
جو ترے عارضِ بے رنگ کو گلنار کریں
کتنی آہوں سے کلیجہ ترا ٹھنڈا ہوگا
کتنے آنسو ترے صحراؤں کو گلزار کریں

تیرے ایوانوں میں پُرزے ہوئے پیماں کتنے
کتنے وعدے جو نہ آسودۂ اقرار ہوئے
کتنی آنکھوں کو نظر کھا گئی بدخواہوں کی
خواب کتنے تری شہراہوں میں سنگسار ہوئے

بلاکشانِ محبّت پہ جو ہُوا سو ہُوا
جو مجھ پہ گزری مت اُس سے کہو، ہُوا سو ہُوا
مَبادا ہو کوئی ظالم ترا گریباں گیر
لہو کے داغ تو دامن سے دھو، ہُوا سو ہُوا

ہم تو مجبورِ وفا ہیں مگر اے جانِ جہاں
اپنے عشّاق سے ایسے بھی کوئی کرتا ہے
تیری محفل کو خدا رکھے ابد تک قائم
ہم تو مہماں ہیں گھڑی بھر کے، ہمارا کیا ہے

(فیض احمد فیضؔ)

تعمیر جدید دار القرآن

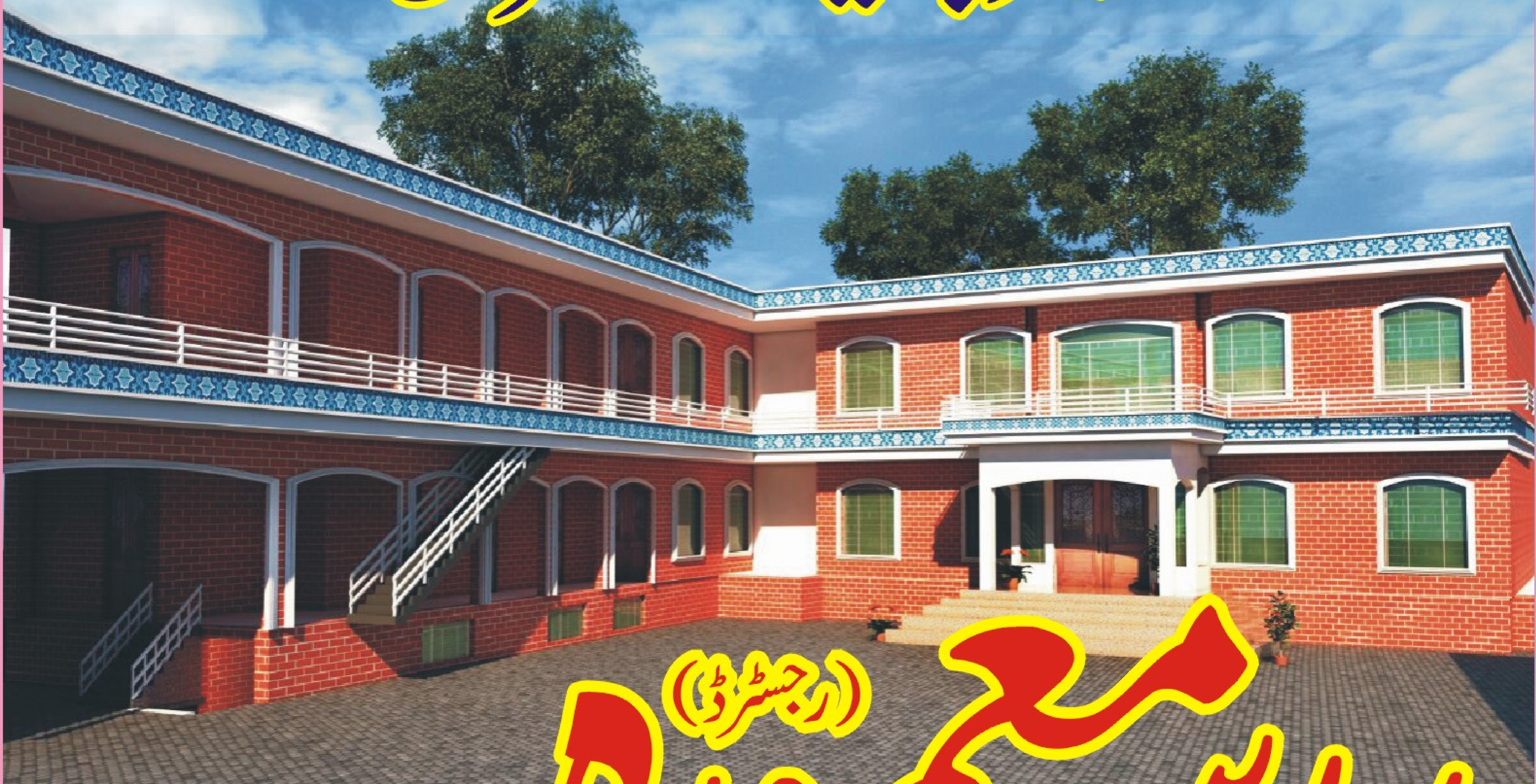

مدرسہ معمورہ (رجسٹرڈ)

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

تخمینہ لاگت ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے

بیسمنٹ، فرسٹ اور سیکنڈ فلور کی تعمیر مکمل ہو چکی

تزئین و آرائش، ایلمونیم، ٹائلز، ماربل، بجلی و پانی کا کام باقی ہے

رابطہ برائے ترسیل زرِ تعاون: **سید محمد کفیل بخاری** (ناظم مدرسہ معمورہ)

بذریعہ چیک، ڈرافٹ، آن لائن: بنام مدرسہ معمورہ: اکاؤنٹ نمبر

A/C # 5010030736200010

Branch Code : 0729

THE BANK OF PUNJAB

بذریعہ اے ٹی ایم ٹرانسفر: **07290160065740001**

MajliseAhrar MajliseAhrar Ahrar.org.pk MajliseAhrar

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 30 شمارہ 02 فروری 2019/ جمادی الثانی ۱۴۴۰ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

اداریہ:	سانحہ ساہیوال! ’’وطن کا چہرہ خوں سے دھو رہے ہو‘‘	سید محمد کفیل بخاری	2
افکار:	’’ریاستِ مدینہ‘‘......فلاحی ریاست؟ کچھ قابلِ غور فکری پہلو	مولانا محمد احمد حافظ	4
//	آسیہ مسیح کیس	بنت یاسین	13
دین و دانش:	مومن کے صفاتی خدوخال (قرآنِ کریم کی روشنی میں)	مولانا مفتی محمد عبداللہ شارق	16
//	خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	ادارہ	21
//	مسلمانوں کی تباہی کے اسباب (قسط:۱)	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ	23
//	کیا صرف نجیب الطرفین ہونا نجات کے لیے کافی ہے؟	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	27
//	پیارے آقا کے پیارے پھول حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا بابرکت تذکرہ	مولانا محمد یوسف شیخوپوری	31
ادب:	امت پہ نازک وقت	سید عبدالمنان شاہد رحمہ اللہ	36
//	نعت	عمیر نجمی	37
آپ بیتی:	میرا افسانہ (قسط:۵)	مفکر احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ	38
تاریخ احرار:	احرار اور سرکار کی خط و کتابت......بسلسلہ تحریکِ کشمیر (قسط:۱)	مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ	42
مطالعۂ قادیانیت:	جماعت احمدیہ......تحریفات اور جعل سازیاں (قسط:۳)	تحریر: عکرمہ نجمی ترجمہ: صبیح ہمدانی	50
حسنِ انتقاد:	تبصرہ کتب	حافظ اخلاق احمد	55
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	56
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقاءِ فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید عطاء اللہ ثالث بخاری
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ——— 300/- روپے
بیرون ملک ——— 5000/- روپے
فی شمارہ ——— 30/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم، ڈی، اے چوک ملتان

Join Us
MajliseAhrar
MajliseAhrar
Ahrar.org.pk
MajliseAhrar

رابطہ
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

سانحہ ساہیوال! ''وطن کا چہرہ خون سے دھو رہے ہو''

سید محمد کفیل بخاری

19 جنوری 2019ء کو ساہی وال میں ریاستی ادارے سی ٹی ڈی کے خونخوار اہلکار بھیڑیوں نے چار بے گناہ انسانوں کو دہشت گرد قرار دے کر انتہائی بے دردی اور سفا کی سے قتل کر دیا۔ مقتولین میں محمد خلیل، اس کی بیوی نبیلہ، تیرہ سالہ معصوم بیٹی اریبہ اور دوست ڈرائیور ذیشان حیدر شامل ہیں۔ ریاستی قتل کی اس لرزہ خیز واردات میں تین معصوم بچے معجزانہ طور پر زندہ بچ گئے۔

مملکت خداداد پاکستان میں بے گناہوں کا ریاستی قتل عام پہلے پہلے بھی ہوتا رہا ہے لیکن ساہی وال کا واقعہ بدترین سانحہ ہے جس پر ہر غیرت منداور حساس پاکستانی غم اور صدمے سے دوچار ہے۔ پولیس تشدد سے ہلاکتوں کے واقعات روز مرہ کا معمول ہیں لیکن سانحہ ساہی وال نے سی ٹی ڈی کی کارکردگی کو بے نقاب کر دیا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ریاستِ مدینہ کا نعرہ لگانے والی حکومت کے وزراء کی زبانیں سانحہ کی مذمت کرنے کی بجائے واردات قتل کو جواز فراہم کرنے، اس ہولناک اور ظالمانہ واقعہ میں ملوث ذمہ داران کو بچانے کے لیے چلتی رہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ اس لرزہ خیز واردات میں تین معصوم بچے زندہ رہ گئے اور ان کی گواہی نے سارے جھوٹ کا پول کھول دیا۔ موقع پر موجود عام شہریوں نے جو ویڈیوز بنائیں اُن کے وائرل ہونے سے سی ٹی ڈی افسران اور صوبائی وزراء رسوا ہوئے اور اُن کے یوٹرن طشت از بام ہوئے۔ سی ٹی ڈی کے ذمہ داران نے پہلے معمول کے مطابق ایک روایتی کہانی جاری کی کہ

''یہ خطرناک دہشت گردوں کا گروہ تھا، ہمارے اہل کاروں نے روکا تو انہوں نے فائرنگ کر دی پھر ان کے ساتھی آ گئے اور وہ اپنے ساتھیوں کی فائرنگ سے ہلاک ہو گئے۔''

پھر بیانات بدلتے چلے گئے، دوپہر کو اغوا کار بتایا، جھوٹ پکڑا گیا تو شام کو دہشت گرد کہا، تین دہشت گرد فرار ہو گئے، وزیر قانون راجہ بشارت نے کہا کہ آپریشن سو فیصد درست تھا جبکہ خلیل اور اس کی فیملی بے قصور تھی، گورنر پنجاب نے فرمایا کہ اس قسم کے واقعات دنیا میں ہوتے رہتے ہیں، شیخ رشید نے کہا کہ ساہی وال جیسے واقعات سے قوم کو مایوس نہیں ہونا چاہیے، وزیر اطلاعات فواد چودھری نے کہا کہ یہ سنگین دہشت گرد تھے، محمود الرشید نے کہا کہ ویڈیوز جعلی ہیں، اوپر سے لے کر نیچے تک سب وزرا الٹی سیدھی ہانکتے اول فول بولتے اور یوٹرن لیتے رہے۔

عوامی دباؤ پر تحقیقات کے لیے جے آئی ٹی بن گئی اور اس کی رپورٹ میں خلیل اور اس کا خاندان بے قصور قرار دیا گیا جبکہ ذیشان کے بارے میں تحقیقات کی جا رہی ہیں۔ کمال یہ ہے کہ ذیشان کو قتل پہلے کیا اور اس کے دہشت گرد ہونے کی تحقیقات بعد میں کی جا رہی ہیں۔ سی ٹی ڈی اہل کاروں نے یہ مضحکہ خیز مؤقف بھی اختیار کیا کہ ڈرائیور ذیشان گاڑی سے نکل کر ہم پر فائرنگ کرتا رہا۔ کمال کہانی ہے، جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ عجیب منظر ہے کہ ڈرائیور ذیشان گاڑی

سے اتر کر فائرنگ کرتا رہا، پھر واپس گاڑی میں بیٹھا، سیٹ بیلٹ باندھی، ایک ہاتھ سٹیرنگ پر رکھا اور سامنے سے آنے والی دس گولیاں کھا کر گہری نیند سو گیا۔

عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ مقتولین کے پاس کوئی اسلحہ تھا نہ انہوں نے کوئی مزاحمت کی۔ وہ منتیں کرتے رہے اور ظالم درندے سامنے سے گولیاں برساتے رہے۔ زخمیوں کو دوبارہ گولیاں مار کر ٹھنڈا کیا گیا۔ خلیل مرحوم کے بچوں نے بھی یہی بتایا۔ مرحوم ذیشان کا بھائی ڈولفن پولیس میں ملازم ہے۔ اس نے میڈیا کو بتایا کہ میں نے جب پولیس ملازمت کے لیے درخواست دی تو اپنے بھائی ذیشان کا شناختی کارڈ بھی ساتھ لف کیا تھا۔ مجھے پوری تصدیق اور تسلی کے بعد ملازمت دی گئی۔ انہیں اس وقت پتا نہ چلا کہ میں داعش کے ایک دہشت گرد کا بھائی ہوں، آج اچانک اسے دہشت گرد قرار دے دیا۔

جے آئی ٹی پہلے بھی بنتی آئی ہے اور اب بھی بنی۔ اس کی رپورٹ کو اپوزیشن نے مسترد کر دیا ہے، یہ ادارے عوام کا اعتماد کھو چکے ہیں۔ اب ہائی کورٹ نے انکوائری کے لیے دو رکنی جوڈیشل بنچ بنا دیا ہے۔ اللہ کرے مظلوموں کو انصاف ملے اور مجرم عبرتناک انجام کو پہنچیں۔ تاحال تو ان افسران کو بچانے کی کوششیں جاری ہیں یہ پہلے بھی معطل ہوتے آئے پھر بحال ہو گئے۔ پہلے وہ ڈیوٹی دے کر تنخواہ لیتے تھے اب گھر بیٹھ کر تنخواہ وصول کریں گے۔

وزیر اعظم عمران خان نے روایتی سخت الفاظ میں واقعہ کی مذمت کی اور صدمے سے نڈھال ہو کر قطر کے دورے پر تشریف لے گئے۔ واپس آ کر سخت انکوائری کا حکم دیا اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا روایتی اعلان کیا۔ مقتولین کے خاندان کو انصاف ملنے کی ہمیں تو قطعاً امید نہیں۔ وزیر اعظم نے پنجاب پولیس کے نظام کو بہتر بنانے کی ہدایات بھی جاری کی ہیں لیکن انہی دنوں میں گجرات کا شہری ارشد اقبال پولیس حراست میں ہلاک ہوا، ملتان میں پندرہ دنوں میں دو افراد، عمران اور نعمت علی یکے بعد دیگرے پولیس تشدد سے ہلاک ہوئے۔ فوری طور پر ایس ایچ اوز کو معطل کر دیا گیا۔ آئندہ چھے ماہ یا سال بعد وہ پھر بحال ہو جائیں گے، اس دوران کئی اور مظلوم و بے گناہ شہری پولیس کے ہاتھوں قتل ہو کر ابدی نیند سو چکے ہوں گے۔

خاص طور پر پنجاب میں تو یہی نظام رائج ہے جس کے ''ایصال ثواب'' کے اصل مستحق سابق وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف ہیں۔ اُن کے دور حکومت میں جعلی پولیس مقابلوں کے ذریعے شہریوں کی ہلاکتوں کے نظام کو بہت تقویت دی گئی جس کا نتیجہ آج عوام بھگت رہے ہیں۔

دہشت گرد، ملک دشمن ہیں۔ انہیں ضرور سزا ملنی چاہیے اور ملک میں امن قائم ہونا چاہیے ہمیں اس سے سو فیصد اتفاق ہے۔ یہ عدالت کی ذمہ داری ہے پولیس کو ماورائے عدالت قتل اور سزا کا حق کس نے دیا؟ دہشت گرد ہیں کون؟ اس کا تعین اگر اس طرح ہوگا جیسے ساہی وال میں ہوا تو ملک میں امن نہیں ہوگا۔

حبیب جالب نے کہا تھا:

محبت گولیوں سے بو رہے ہو　　وطن کا چہرہ خوں سے دھو رہے ہو
گماں تم کو کہ رستہ کٹ رہا ہے　　یقیں مجھ کو کہ منزل کھو رہے ہو

☆......☆......☆

''ریاست مدینہ''......فلاحی ریاست؟ کچھ قابلِ غور فکری پہلو

مولانا محمد احمد حافظ

ہمارے دینی حلقوں میں ان دنوں ریاست مدینہ کی کافی بازگشت سنائی دے رہی ہے۔ مخالف وموافق دونوں طرح کی آراء سامنے آ رہی ہیں، موافقین کا موقف تو واضح ہے البتہ مخالفین کا اختلاف کچھ ایسا ہے کہ اگر ریاست مدینہ کے نام پر ایک فلاحی ریاست کی تشکیل کی جانے لگے تو یہ اس کے ہمنوا ہوں گے، اختلاف صرف یہ ہے کہ عمران خان جیسا انسان کیونکر ریاست مدینہ قائم کرسکتا ہے؟!......اگر چہ یہ مخولیہ نعرہ عمران گورنمنٹ کے فہم وفراست سے عاری بے شمار اقدامات کے بوجھ تلے کافی حد تک دَب چکا ہے مگر ہمارے خیال میں اس موضوع پر ایک نظری گفتگو کی جاسکتی ہے۔

مسٹر عمران خان کے ذہن میں ''ریاست مدینہ کا کیا تصور ہے؟ انہوں نے اسلام آباد میں اپنے ایک خطاب کے دوران واضح کیا تھا؛ ان کا کہنا تھا کہ:

> ''ان کا منصوبہ پاکستان کو بالکل اسی طرز پر ایک اسلامی ویلفیئر اسٹیٹ بنانے کا ہے، جس طرز پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ایک اسلامی ویلفیئر اسٹیٹ بنایا تھا۔ مجھے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے انسپائریشن ملتی ہے؛ جنہوں نے مدینہ کو ایک آئیڈیل ویلفیئر اسٹیٹ بنایا؛ جو کہ ''انتہا پسند'' نہیں بلکہ ایک ''انسانیت پسند'' ریاست تھی۔ میں آپ کے سامنے وہ پاکستان رکھنا چاہوں گا جس کا خواب میں نے دیکھا ہے۔ ایک ایسی ریاست جو مدینہ میں قائم کی گئی تھی، جس میں بیواؤں اور غریبوں کا خصوصی خیال رکھا جاتا تھا۔''

اسی طرح مسٹر خان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاکم بدہن لبرل شخصیت بھی قرار دے چکے ہیں۔ یہ مسٹر خان کی ریاست مدینہ کے مقدمات ہیں۔

بحیثیت مسلمان مدینہ ہمارے عشق ومحبت کا مرکز ہے۔ چنانچہ جب کبھی کوئی بھی شخص ریاست مدینہ کی بات کرے تو ہمارے مذہبی ذہن میں ایک ایسی پاکیزہ بستی کا تصور اُبھرتا ہے جس کے باسی صحابہ وتابعین جیسے نیک سیرت افراد تھے؛ یہی وجہ ہے کہ جب عمران پسند علماء نے اس اصطلاح کو خاص پذیرائی دی، اور بھرپور انداز میں مسٹر خان کی ''ریاست مدینہ'' پر تنقید کرنے والوں کا جواب دیتے ہوئے مسٹر خان کا دفاع کیا، تو ان کے محرکات میں مذہبیت کا رنگ بھی شامل تھا۔

ایسا بھی نہیں کہ خان صاحب نے یہ باتیں بھولپن میں کہہ دی ہوں۔ اس کا ایک خاص پس منظر ہے، اور اس کی پشت پر عرصہ دراز سے سرکاری اداروں اور ان سے وابستہ متجد دین کی سرپرستی میں ہونے والا فکری ونظریاتی کام ہے۔ چنانچہ غلبۂ اسلام کی جدوجہد سے وابستہ کارکنان کے لیے لازمی ہے کہ انھیں اس نعرے کا پس منظر معلوم ہو۔

پہلی بات یہ ہے کہ علی گڑھ فیم دانشوروں اور متجددین نے مغربی افکار ونظریات اور مغربی معیاراتِ خیر وشر کی اسلامائزیشن کے لیے ایک طویل جدوجہد کی ہے۔انہوں نے (۱) آزادی، (۲) مساوات، (۳) ترقی، (۴) رواداری اور (۵) فلاحی ریاست کے مغربی مفاہیم کو کچھ اس طرح اسلامی جامہ پہنایا ہے کہ اب یہ تصورات ''اسلامی'' ہی شمار کیے جانے لگے ہیں؛ قطع نظر اس بات کے کہ یہ تصورات اپنی بنیاد ونہاد میں الحاد کے درجے تک پہنچی ہوئی گمراہیوں پر مشتمل ہیں۔

ان دانشوروں کے خیال میں ایک ماڈرن ریاست بھی 'اسلامی' ہوسکتی ہے۔ان متجددین کے نزدیک اسلام تو محض ایک رویہ ہے، وہ عبادات کے علاوہ زندگی کے اجتماعی امور میں کوئی مؤثر کردار ادا نہیں کرسکتا۔چناں چہ یہ طبقہ مغربی طرزِ زندگی؛ بالفاظ دیگر سرمایہ دارانہ نظامِ زندگی کا ایک اسلامی جواز پیش کرتا ہے۔متجددین کا یہ طبقہ نصوص صحیحہ کی ایسی تشریح پیش کرتا ہے جو ہماری تاریخ میں بالکل اجنبی ہے اور جس تعبیر کو قبول کرنے کا مقصد اسلام کو ماڈرن نظامِ زندگی میں اسی طرح سمودینا ہے جیسے یورپ میں سترھویں صدی عیسوی کی تحریک تنویر (Enlightenment Movement) نے عیسائی طرز اور نظامِ زندگی کو ماڈرن طرز اور نظامِ زندگی میں سمودیا تھا۔سترھویں صدی کے روشن خیالوں کی طرح متجددین کا بھی بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ اسلام کوئی مکمل اور خودکفیل نظامِ زندگی نہیں، اسلام محض ایک رویہ اور ایک طرزِ زندگی ہے اور یہ طرزِ زندگی ماڈرن نظامِ زندگی میں سمویا جاسکتا ہے۔

پاکستانی معاشرے کی کایا کلپ پرویز مشرف کے دور میں شروع ہوئی، اقدار اور نظریات کو تیز رفتاری سے تبدیل کیا جانے لگا۔نظریات کی تبدیلی کے لیے آپ اس دور سے آج تک کی ''قومی سیرت کانفرنس'' کے موضوعات دیکھ لیجیے؛ وہ ''پرامن بقائے باہمی''، ''مذہبی ہم آہنگی''، ''بین المذاہب مکالمہ''، ''برداشت''، ''رواداری'' ......جیسے عنوانات کے گرد گھومتے ہیں۔ان موضوعات پر تکرار اور تسلسل کے ساتھ پروگرامز منعقد کرانے کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ مغرب کی فکر وتہذیب کو پاکستانی معاشرے میں قابلِ برداشت قرار دے کر اگلے مرحلے میں قبول عام دلایا جائے۔اس سلسلے میں یونیورسٹیز کی سطح پر بھی خاصا کام ہوا، یونیورسٹیوں میں ایم فل یا پی ایچ ڈی کے لیے داخلہ لینے والے مدارس عربیہ کے فضلاء خاص ہدف ہیں؛ اور انہیں خاص انہی موضوعات پر ایم فل یا پی ایچ ڈی کے لیے رہنمائی کی جاتی ہے۔اسی سلسلے میں ایک نصابی کتاب مرتب کرکے مدارس کے نظامِ تعلیم میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی جو دینی عقائد ونظریات کو منہدم کرتی ہے۔

یاد کیجیے کہ پرویز مشرف نے ۲۰۰۵ء میں ''امریکن جیوش کانگریس'' کے پروگرام میں خطاب کیا تھا اور اسے یہودی حلقوں میں کافی سراہا گیا تھا۔اس خطاب کے مندرجات آج بھی اہلِ فکر کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔

اسی عرصے میں ایک صاحب نے بیت المقدس پر یہود کے حق تولیت پر مقالہ لکھ کر ہمارے دینی حلقوں میں ارتعاش پیدا کیا تھا۔اسی دور میں مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہود کے ساتھ معاہدے؛ جسے ''میثاق مدینہ'' کہا جاتا ہے؛ کی بازگشت بھی سنائی دیتی رہی۔اگرچہ اس وقت ''ریاست مدینہ'' (۶) جیسا کوئی نعرہ سامنے نہیں آیا تھا لیکن سیکولر حلقوں کے فکری کام کا ایک رخ معلوم ہوگیا تھا۔پرویزی دور میں بوجوہ اس پراجیکٹ پر مکمل عمل درآمد نہیں ہوسکا؛ البتہ

دِھیرے دِھیرے اس پر کام چلتا رہا۔ اب اس کام کی تکمیل کا بیڑا مسٹر خان اور ان کی ٹیم (جو اسّی فی صد پرویز مشرف کے حوالی موالیوں پر مشتمل ہے) نے اٹھایا ہے۔ خیال رہے کہ جب ہم مسٹر خان کا ذکر کرتے ہیں تو صرف ان کی ذات مراد نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک ذہنیت ہے جو اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے کہیں بھی سرایت کر سکتی ہے۔

مسٹر خان کی گفتگو میں دو باتیں اہم ہیں، جو ہمارے مذہبی نوجوانوں کے لیے مغالطہ آمیز ہیں اور جن کا جاننا ضروری ہے:

......(۱) ان کا ریاست مدینہ کا تصور کیا ہے، وہ کون سی بات ہے جس سے مسٹر خان انسپائر ہوتے ہیں؟

......(۲) مدینہ کی ریاست ''ویلفیئر اسٹیٹ'' کیسے تھی؟

''میثاق مدینہ'' اور اس کی خود ساختہ تشریح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اولین طور پر مسلمانوں کے درمیان محبت واخوت کا انمٹ رشتہ قائم فرمایا۔ ایک باہمی عہد و پیمان کرایا جس نے مسلمانوں کو آپس میں لازوال رشتے میں باندھ دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے مدینہ طیبہ میں بسنے والی دیگر اقوام خصوصاً یہود کے ساتھ ایک معاہدے فرمایا؛ تاکہ مدینہ طیبہ کے باشندے ایک تو یہود کی شرارتوں سے محفوظ رہ سکیں دوسرا یہ کہ غیر مسلم اقوام بھی اسلام کی برکات اور سعادتوں سے بہرہ ور ہو سکیں۔ اسے بعض سیرت نگار ''میثاق مدینہ'' کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ معاہدہ بہت دیر نہیں چل سکا؛ کیوں کہ یہود اپنی سرشت کے مطابق شرارتوں سے باز نہیں رہ سکے۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف خفیہ وعلانیہ سازشیں کر کے خود ہی اس معاہدے کو توڑا، اسی باعث غزوہ بنو قریظہ برپا ہوا، اور انہیں پہلے مدینہ منورہ سے پھر خیبر سے بھی جلاوطن کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ یہود کو جزیرۃ العرب سے بھی نکال باہر کیا جائے۔ (۷)

متجددین قرآن وسنت اور اجماع امت کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے مبینہ ''میثاق مدینہ'' کو ریاست مدینہ کا پہلا ''دستوری معاہدہ'' اور ''حقوق انسانی'' کی ایک اہم دستاویز قرار دیتے ہیں۔ یہ ۷۳۰ الفاظ پر مشتمل ایک معاہدہ ہے، جس کی بعض محققین کے نزدیک ۵۳ دفعات تھیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کی اس موضوع پر خاص تحقیق ملتی ہے۔

متجددین کے بقول چوں کہ یہودیوں کے ساتھ معاہدہ یہ تھا کہ:

☆...... مدینہ میں رہتے ہوئے یہودیوں کو مذہبی آزادی ہوگی۔

☆...... بیرونی حملے کے وقت مسلمانوں کے ساتھ متحد ہو کر مدینہ کے دفاع میں حصہ لیں گے۔

☆...... شہر مدینہ میں ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرنا حرام ہے۔

☆...... ان (یہودیوں) کے اندرونی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔

☆...... مسلمانوں پر جارحانہ حملے کی صورت میں یہودی مسلمانوں کا ساتھ دیں گے اور یہودیوں پر حملے کی صورت میں مسلمان ان کا ساتھ دیں گے۔

☆...... یہودی اور مسلمان ایک دوسرے کے حلیف ہوں گے، کسی سے لڑائی اور صلح کی صورت میں دونوں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے، وغیرہ۔

☆...... جو کوئی بھی اس (میثاق) کی خلاف ورزی کرے گا وہ اس آئین (میثاق مدینہ) کی عطا کردہ مراعات سے محروم ہو جائے گا۔

متجددین اس معاہدے کی مذکورہ شقوں سے ''جمہوریت''، ''انسانی حقوق''، ''ترقی''، ''مساوات'' اور حق و باطل کی ''پرامن بقائے باہمی'' کشید کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ معاہدہ ایک ایسی ''امت واحدہ'' کا تصور پیش کرتا ہے جس میں مسلمان، یہودی، عیسائی، مشرک، کافر، امیر، غریب، سب کے مساوی حقوق تھے۔ ان کے خیال میں......

= چونکہ اس معاہدے کے مطابق مسلمانوں اور غیر مسلموں کو ایک دوسرے کا دفاع کرنا لازم تھا، اور یہ مساویانہ حقوق کے بغیر ممکن نہیں۔

= چونکہ اصول وقوانین شہریوں اور مدینہ کے مختلف طبقات کے نمائندوں کے باہمی مشوروں سے ہی بنائے جاتے تھے؛ اس لیے قانون سازی میں مسلم غیر مسلم بلا تفریق شامل تھے۔

= چونکہ مدینہ کثیر ثقافتی شہر تھا (مسلمان، مہاجر، غیر مہاجر، یہودی، عیسائی، قبائلی وغیرہ) اس لیے اس تکثیری معاشرے کے تمام اجزاء کے درمیان پائے جانے والے خصوصی، مذہبی، روایتی اور ثقافتی پہلوؤں کو ریاستی سطح پر تسلیم کیا گیا۔

متجددین کے خیال میں میثاق مدینہ کی روشنی میں امت واحدہ کا تصور یہ واضح کرتا ہے کہ مسلم اور غیر مسلم خواہ مکہ سے تعلق رکھتے ہوں یا مدینہ سے؛ ایک ہی امت تھے۔ اس طرح میثاق مدینہ میں پیش کیے گئے اصول وقوانین نے تاریخ میں پہلی بار ایک وحدت کی صورت میں 'امت' کو تسلیم کیا؛ اور انفرادی اور قبائلی زندگی کی جگہ ایک واحد امت کا تصور پیش کیا۔ اس 'امت' کی پہچان نہ تو کوئی مذہب ہے، نہ کوئی نسل ہے، اور نہ ہی کوئی قبیلہ ہے؛ بلکہ امت واحدہ کے اس تصور نے نسل پرستی، اور مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک کا رجحان ختم کیا۔

متجددین حق اور باطل، مسلمان، کافر، فاسق، متقی، منافق اور مخلص کی بنیاد پر کوئی تقسیم قبول نہیں کرتے۔ ان کی رائے میں یہ کسی کے شخصی اوصاف تو ہو سکتے ہیں، لیکن اجتماعی دائرے میں سب برابر ہیں، جدید ریاست میں تمام لوگ ''سٹیزن'' (citizen) ہوتے ہیں۔ سٹیزن رعایا کی ضد ہے، 'رعایا' افراد کا وہ مجموعہ ہے جو خلافت وامارت میں بیعت کے عہد و پیمان میں بندھا ہوتا ہے، سٹیزن وہ فرد ہے جو سرمایہ دارانہ لبرل آدرشوں؛ فریڈم (Freedom)، ایکویلٹی (Equailty)، پراگریس (Progress) کو حق تسلیم کرتا ہو۔ سٹیزنز کے مجموعے کو سول سوسائٹی کہتے ہیں۔

آپ غور کریں گے کہ مسٹر خان نے اسلام کے نفاذ اور شریعت کی بالاتی کی بات نہیں کی۔ وہ ایسی ''ریاست مدینہ'' کی بات کر رہے ہیں جس میں مغربی آدرشیں اور سرمایہ دارانہ استعماری ادارے پورے طور فٹ آ سکیں۔ آج جب سرکاری کارپرداز قادیانیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کو برابر کے حقوق حاصل ہونے بات کر رہے ہیں تو ان کے تصور میں

''میثاق مدینہ'' کی یہی خودساختہ تشریح ہے۔

ویلفیئر اسٹیٹ کیا ہے؟

دوسری بات ویلفیئر اسٹیٹ کی ہے۔اس کا اردو ترجمہ''فلاحی ریاست'' کیا جاتا ہے(۸)۔ہماری پوری اسلامی تاریخ میں''ویلفیئر اسٹیٹ'' کا نہ تصور ملتا ہے اور نہ یہ اصطلاح۔اسلام کا تصورفلاح جدا ہے؛اور وہ آخرت سے وابستہ ہے،اس کا ویلفیئر اسٹیٹ سے کوئی تعلق نہیں۔ہمارے ہاں جولوگ ویلفیئر اسٹیٹ کی بات کرتے ہیں وہ ۱۹۸۰ء سے پہلے کی سرمایہ دارریاستوں کے رومان میں مبتلا ہیں(۹)......لیکن یہ بات سمجھنے سے قبل ویلفیئر اسٹیٹ کا معنیٰ ومفہوم اوراس کا مصداق جاننا ضروری ہے۔

ویلفیئر اسٹیٹ......اصلاً سرمایہ دارانہ راسٹیٹ ہوتی ہے،غیر سرمایہ دارانہ اسٹیٹ ویلفیئر اسٹیٹ نہیں ہوسکتی۔ سرمایہ دارانہ ویلفیئر اسٹیٹ ایسی مملکت کو کہاجاتا ہے جس میں ہیومن رائٹس......آزادی،مساوات،ترقی،معاشی خوش حالی،مساوی شہری حقوق،طبقاتی فرق کا خاتمہ،اورسماجی ذمہ داریوں کی تقسیم کسی صنفی تفریق کے بغیر یقینی بنانا ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔معروف سوشیالوجسٹ'ٹی ایچ مارشل' کے مطابق ماڈرن ویلفیئر اسٹیٹ کا بنیادی ڈھانچہ تین ستونوں...... جمہوریت،آزادمعیشت اورعوامی فلاح وبہبود کے پروگراموں پراستوار ہوتا ہے۔ایک اورسوشیالوجسٹ'اسپنگ اینڈرسن' نے ویلفیئر اسٹیٹ کومزید تین درجوں یعنی ڈیموکریٹک،کنزرویٹو،اورلبرل میں تقسیم کیا ہے۔ویلفیئر اسٹیٹ کی تشکیل میں سیکولرازم،لبرل ازم،مارکس ازم اورسوشل ڈیموکریسی جیسے نظریات کا بنیادی عمل دخل ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا سرمایہ دارانہ نظریات کی پریکٹس کے نتیجے میں فطری اجتماعیتیں شکست وریخت کا شکار ہوتی ہیں۔ مذہب،خاندان،قبیلہ اور محلے کی سطح پر وجود میں آنے والا معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتا ہے،حتیٰ کہ ماں باپ کا مقدس رشتہ بھی خستہ وشکستہ ہوجاتا ہے۔ان کی جگہ سول سوسائٹی،مارکیٹ اورکارپوریشنز لے لیتی ہیں۔

سول سوسائٹی......افراد کے باہمی تعلقات صلہ رحمی،محبت اور ایثاروقربانی کی بجائے حرص،حسد،رقابت،کی بنیاد پر قائم ہونے کا نام ہے۔سول سوسائٹی جودراصل سرمایہ دارانہ معاشرت کا نام ہے؛میں سرمائے کاحصول ہی زندگی کا اہم عامل ہوتا ہے۔سول سوسائٹی میں افراد باہمی تعلق کنٹریکٹ کی بنیاد پر کرتے ہیں۔کنٹریکٹ کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے خاص مقاصد کو؛جوکچھ بھی ہوسکتے ہیں کےحصول کے لیے دوسرے کے ساتھ معاہدہ کریں،جس کے نتیجے میں وہ آپ کوان مقاصد کےحصول میں مدد دے۔آپ جس شخص کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں اسے کچھ متعین رقم دیتے ہیں۔چناں چہ آپ اس سے محبت نہیں کرتے بلکہ دونوں طرف کی باہمی غرض آپس میں ملاتی ہے......ایک غرض آپ کی ایک غرض اُس کی،آپ کی غرض یہ کہ آپ کا کام ہوجائے،اور مدد دینے والے کی غرض یہ کہ کام کے عوض اُسے کچھ رقم مل جائے۔جوں ہی دونوں افراد کی غرض پوری ہوتی ہے دونوں الگ ہوجاتے ہیں؛کیوں کہ اب باہمی تعلق کا کوئی ایساداعیہ نہیں رہا۔

مارکیٹ......وہ مقام ہے جہاں فرداپنے سرمائے کی بڑھوتری کے لیے تگ ودوکرتا ہے۔مثلاً اسٹاک ایکسچینج،

بینک اور دیگر فائننشل ادارے وغیرہ۔

کارپوریشن......وہ 'شخص قانونی' ہے جس کا اکیلا وظیفہ یہ ہے کہ سرمائے کی بڑھوتری کے پیمانے پر اپنے اعمال مرتب کرے، کارپوریشن کو چلانے والے مینیجر ہوتے ہیں؛ جو عملاً سرمائے کی بڑھوتری کی مشین ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ماتحت ملازمین کو بھی اسی پیمانے پر پرکھتے ہیں کہ وہ سرمائے کی بڑھوتری میں اضافے کا سبب بن رہے ہیں یا نہیں؟!

ہر فرد کا منتہا اپنے سرمائے میں بڑھوتری اور اضافہ دَر اضافہ ہوجاتا ہے۔ سول سوسائٹی میں سرمایہ میں اضافے کی دوڑ میں پیچھے رہ جانا بے وقوفی اور ہلاکت گردانی جاتی ہے، بلکہ ایسے ''بے وقوف'' کو سوسائیٹی جلد یا بدیر خود ہی اپنے سے الگ کردیتی ہے۔

چوں کہ فطری اجتماعیتیں ختم ہوجاتی ہیں، فرد تنہا ہوتا ہے، وہ ماں باپ، بھائی بہن، خاندان اور قبیلہ سے اور کٹ چکا ہوتا ہے۔ وہ انسانی جبلت کے مطابق مختلف احوال کا شکار بھی ہوتا ہے، کبھی بیمار ہوگیا، بے روزگار ہوگیا، ریٹائر ہوگیا، بوڑھا ہوگیا، یا خاتون ہے تو بچے کی پرورش کرنی ہے وغیرہ تو ان امور میں مدد کے لیے ویلفئیر اسٹیٹ چائلڈ کئیر، بے روزگاری الاؤنس، معذوری الاؤنس، سوشل سیکورٹی، اولڈ ایج بینیفٹ، ریٹائرمنٹ پینشن جیسی مراعات مہیا کرتی ہے۔ ویلفئیر اسٹیٹ بچوں کے لیے ڈے کئیر سینٹر قائم کرتی ہے کیوں کہ ماں باپ، دونوں سرمائے میں اضافے کی جدو جہد میں مصروف ہوتے ہیں، بے سہارا لوگوں کے لیے شیلٹر ہوم بناتی ہے اس لیے کہ ان کے اردگرد کے لوگ، ان کے اپنے خاندان اور قبیلے سرمائے کے اضافے کی دوڑ میں مصروف ہونے کی وجہ سے ان کی خدمت نہیں کرسکتے۔ ویلفئیر اسٹیٹ اولڈ ہوم قائم کرتی ہے جہاں بوڑھوں اور بوڑھیوں کو رکھا جاتا ہے؛ اس لیے کہ ان کے بچے سرمائے کی بڑھوتری میں اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ وہ بوڑھے والدین کی خبر گیری نہیں کرسکتے۔ ہر شخص اپنے لیے جیتا ہے؛ کیوں کہ خاندان، معاشرہ؛ اجتماعیت وجود ہی نہیں رکھتے۔

ویلفئیر اسٹیٹ یہ مراعات دینے کے لیے اپنے شہریوں کی بچتوں سے ہی کٹوتی کرتی ہے، مثلاً ملازم ہے تو اس کی تنخواہ سے سوشل سیکورٹی کے نام پر یا کسی اور طریقے سے کٹوتی کی جاتی ہے۔ مالی نظام میں حکومتی آمدنی کا زیادہ انحصار پبلک فنڈ زیعنی کٹوتیوں اور ٹیکسوں پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں حکومتی اخراجات بڑھتے ہیں ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ ویلفئیر اسٹیٹ عوامی فلاح کے لیے جو خدمات مہیا کرتی ہے وہ اپنی جیب سے نہیں بلکہ اپنے شہریوں کی جیبوں سے پہلے ہی وصول کر چکی ہوتی ہے۔

اب تک سرمایہ دارانہ ریاستوں کی تاریخ میں چند ممالک ہی ویلفئیر اسٹیٹ کی تعریف پر پورے اتر سکے ہیں۔ مثلاً کینیڈا، جرمنی، سویڈن، ڈنمارک، فن لینڈ، آئس لینڈ، نیدرلینڈ، ناروے وغیرہ۔ ان ممالک میں ہیومن رائٹس کی پریکٹس سو فیصد گردانی جاتی ہے، یہاں آبادی بہت کم اور ٹیکسز کی شرح اونچی ہے، یہاں فرد جو سرمایہ حاصل کرتا ہے اس کا بہت بڑا حصہ مختلف ٹیکسز کی مد میں حکومت کو دیتا ہے، چناں چہ یہ ریاستیں اپنے ہی عوام کے محصولات سے وہ سہولیات فراہم کرتی ہے جو سرمایہ دارانہ ویلفئیر اسٹیٹ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

سرمایہ دارانہ ویلفیئر اسٹیٹ اخراجات پورے کرنے کے لیے ایک طرف آبادی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتی ہے تاکہ اخراجات کو کنٹرول میں رکھا جا سکے۔ دوسرا وہ ٹیکس نیٹ کو بڑھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اسٹیٹ کے تمام شہری ٹیکس نیٹ میں سمو لیے جائیں۔ ایسے افراد یا طبقات جو ٹیکس نیٹ میں نہ سموئے جا سکیں انہیں بازار سے نکال باہر کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال پاکستان میں حالیہ تجاوزات کے نام پر چھوٹی دکانوں اور بازاروں کا انہدامی عمل ہے جس سے لاکھوں لوگ بے روزگار ہوئے ہیں۔ شہریوں کو ٹیکس نیٹ میں لانے کے لیے انہیں بینکوں کے ساتھ معاملات پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ ہر فرد کی آمدنی معلوم ہو اور اس پر ٹیکس لگایا جا سکے۔ ہمارے ہاں ایف بی آر کی جانب سے ہر شہری کے لیے ٹیکس گوشوارے بھرنے کے اعلانات اسی تناظر میں ہوتے ہیں۔

ویلفیئر اسٹیٹ کا قیام عملاً ناممکن ہے، اس لیے کہ اسٹیٹ اس کے لیے غیر فطری اقدامات بروئے کار لاتی ہے۔ اس پر بے انتہا اخراجات کا دباؤ ہوتا ہے۔ ایک محدود مدت تک تو سرمایہ دارانہ ریاست اِخراجات کا یہ بوجھ اٹھاتی ہے لیکن جلد ہی اس سے دست بردار ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ حالیہ عرصے میں فرانس، اٹلی، یونان وغیرہ میں عوامی مظاہرے اسی بے چینی کا مظہر تھے کہ ریاست عوام کو دی گئی مراعات سے بتدریج دست بردار ہو رہی تھی۔

مغرب کے کلاسیکل ناقدین کا کہنا ہے کہ ویلفیئر اسٹیٹ کا قیام اس لیے بھی ناممکن ہے کہ سرمایہ کسی جگہ جامد نہیں رہتا، وہ معمولی سی بری خبر پر ہی آمادہ پرواز رہتا ہے۔ وہ افواہ کو یقین کا درجہ دیتا ہے اور فوراً ایک سرمایہ دار ریاست سے دوسری سرمایہ دار ریاست منتقل ہو جاتا ہے۔ اسٹاک مارکیٹوں میں یہ منظر آئے روز دیکھنے کو ملتا رہتا ہے کہ ایک ذرا سی خبر پر مارکیٹ کریش ہو جاتی ہے، چناں چہ فکر مغرب کے معروف ناقد ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری کا کہنا ہے کہ:

> ''سرمایہ دارانہ ریاست ویلفیئر ریاست نہیں ہوتی۔ وہ کمزور ریاست ہوتی ہے ان معنوں میں کہ وہ سرمائے کو اپنے ارادے کے ماتحت کر سکے۔ سرمایہ دارانہ ریاست کی یہ قوت کم ہوتی چلی جاتی ہے کہ سیاسی عمل کو معاشی عمل پر مسلط کر سکے۔ اس کے وسائل کم ہوتے چلے جاتے ہیں؛ اور وہ مراعات جو اس نے مزدور طبقے کو دی تھیں وہ دینے کے قابل نہیں رہتی۔ چناں چہ عموماً موجودہ دور کی سرمایہ دارانہ ریاستیں ویلفیئر ریاستیں نہیں ہوتیں۔''

خیر یہ ایک پیچیدہ بحث ہے اور الگ مضمون کی متقاضی ہے، اس لیے ہم فی الحال اسے یہیں روکتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ...... ہماری پوری اسلامی تاریخ میں ''ویلفیئر اسٹیٹ'' کا نہ کبھی تصور رہا نہ وجود۔ اس لیے کہ اسلامی مملکت الٰہی تعلیمات کے مطابق خلافت و امارت پر استوار ہوتی ہے۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد عبدیت، تقویٰ، انفاق فی سبیل اللہ (زکوٰۃ، عشر، صدقات، خیرات، کفارات، عطیات، قربانی وغیرہ) اخوت و محبت، صلہ رحمی، ایثار، حسن سلوک جیسے اعلیٰ اخلاق پر ہوتی ہے۔ اسلامی تاریخ میں خاندان، قبیلہ، عاقلہ، معاشرہ، جاگیرداریاں ہمیشہ مضبوط رہے فرد کبھی تنہا نہیں ہوا۔ وہ ضرورت مند ہوتا تو خاندان، قبیلہ، اہل محلّہ آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھامتے اور اسے معاشی طور پر کمزور اور بے روزگار ہونے سے بچاتے۔ بوڑھوں، ضعیفوں اور معذوروں کو افراد خاندان اپنی سعادت سمجھتے ہوئے سنبھالتے اور

ان کی خدمت وخبر گیری کرتے ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں اولڈ ہومز کا کوئی تصور نہیں ۔ اسلامی معاشرے میں مارکیٹ نہیں تھی ، کارپوریشنز نہیں تھیں، وہاں اجتماعیتیں تھیں جوفلاح وبہبود کے کام مفت اور ایک دوسرے کے لیے محبت، خدمت، ایثار کے جذبے کے تحت انجام دیتی تھیں۔ محصولات کی مد میں زکوٰۃ، عشر، صدقات، جزیہ، خراج وغیرہ شرعی واجبات کے علاوہ کبھی ٹیکس نہیں لگائے گئے؛ اگر کبھی ایسا ہوا بھی تو شریعت کی نظر میں اسے ناجائز وحرام ہی تصور کیا گیا۔ چناں چہ ہم بالیقین کہتے ہیں کہ عمران خان اوران جیسوں کے ذہنوں میں جس ریاست مدینہ کا تصور ہے اس کا کوئی تعلق اسلام سے، دین اور شریعت سے نہیں ہے۔

حواشی:

(۱) 'آزادی'...... Freedom کا اردو ترجمہ ہے، اس کا لغوی معنیٰ یہ ہے کہ آپ کچھ بھی کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور اصطلاحی معنیٰ میں ہر انسان کوئی بھی فعل انجام دینے کے لیے کسی خارجی ہدایت کا پابند نہیں، وہ جو چاہنا چاہے چاہ سکتا ہے، جو کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ اس معنیٰ میں آزادی لاالٰہ الا الانسان کا مظہر ہے، آزادی عبدیت کا رد ہے۔

(۲) 'مساوات'...... Equality کا اردو ترجمہ ہے۔ ایکویلٹی کی تشریح یہ ہے کہ ''ہرانسان آزاد ہے اور تمام انسان آزاد ہونے میں برابر ہیں...... یعنی وہ خیر وشر کی تعبیر متعین کرنے میں برابر ہیں۔ خدا اور بندے، رسول اور اُمتی کی تقسیم عقیدہ مساوات کے منافی ہے۔ علم، بزرگی، استاذ ہونا فضیلت کا کوئی درجہ نہیں رکھتا۔

(۳) 'ترقی'...... Progress کا اردو ترجمہ ہے۔ سرمایہ دارانہ فکر میں ترقی کا مفہوم یہ ہے کہ سرمائے میں مسلسل اور لامتناہی بڑھوتری ہوتی رہے۔ خواہشات ولذات کا فروغ، خواہشات ولذات کی تسکین اور حصول لذات کے لیے سرمائے میں زیادہ سے زیادہ اضافہ...... یہ ترقی ہے۔ جو شخص آزادی کے عقیدے پر ایمان لاتا ہے اس کے لیے ضروری ہوجاتا ہے کہ اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لیے سرمائے کے حصول کو عقل کے واحد لازمی تقاضے کے طور پر قبول کرے۔

(۴)...... 'برداشت'...... Tolarance کا اردو ترجمہ ہے۔ سرمایہ دارانہ فکر میں برداشت یہ ہے کہ خیر مطلق تو سرمائے کی بڑھوتری ہے، باقی ہر قدر اور ہر تصورِ خیر مہمل حیثیت کا حامل ہے۔ انسان چاہے کوئی سی بھی اقدار کا حامل ہوان کو ایک ساتھ Peacefull coexitence (پرامن بقائے باہمی) کا حق حاصل ہے۔ تکثیری معاشرہ (ملٹی کلچرل سوسائٹی) اسی بات کا نام ہے جو یہ بتاتا ہے کہ اگر ایک شخص خدا کی عبادت کرتا ہے دوسرا شخص خدا کو گالی دیتا ہے تو دونوں برابر ہیں اور ایک دوسرے کو برداشت کرنا چاہیے۔

(۵)...... 'فلاحی ریاست'...... Welfare state کا اردو ترجمہ ہے۔ welfare کا مجرد مطلب تو انسانی فلاح کے لیے فراہم کی جانے والی کسی بھی طرح کی امداد ہے، مگر سرمایہ دارانہ ڈسکورس میں اس کی ایک خاص تشریح ہے، اسی حوالے سے مضمون میں ہم نے کچھ تفصیل بہم پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

(۶) ہمیں نہیں معلوم کہ ''میثاق مدینہ'' اور ''ریاست مدینہ'' کی کوئی اصطلاح ہمارے حدیثی، فقہی اور تاریخی

ماخذات میں ملتی ہے، امام ماوردی، ابن خلدون، ابن حزم اور شاہ ولی اللہ وغیرہم اسلامی سیاسیات کے متخصص علماء ہیں، ان کے ہاں بھی ہمیں ایسی کسی اصطلاح کا سراغ نہیں ملتا۔ اس لیے کہ جس وقت یہود کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا ابتدائی دور تھا، ابھی تو احکام نازل ہو رہے تھے اور دینی مسلمات تشکیل پا رہے تھے۔ اسی طرح اسلامی مملکت کے اصول وفروع بھی لسان نبوت سے ابھی طے ہو رہے تھے؛ لہٰذا یہود کے ساتھ ایک ایسے معاہدے کو جسے خود یہود نے توڑ دیا تھا کسی مملکت کا دستور قرار دے دینا محل نظر ہے۔

(۷)......سیرت ومغازی کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہودِ مدینہ معاہد ہونے کے باوجود شرائط معاہدہ کے خلاف کفار قریش سے سازباز کرتے رہتے؛ اور چپکے چپکے ان کو مسلمانوں کے بارے خفیہ اطلاعات پہنچاتے رہتے۔ مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارتے رہتے۔ احد اور احزاب کی جنگیں بھڑکانے میں انہی یہود کی سرگرمیوں کا حصہ تھا۔ سب سے بڑھ کر انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ شہید کرنے کی بھی کوشش کی۔ یہود کا معاندانہ رویہ کبھی ماند نہیں پڑا، ان کی فتنہ انگیزیوں، دسیسہ کاریوں، حریفانہ شرارتوں سے مسلمانوں کو کبھی اطمینان نصیب نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عین آخری علالت میں وصیت فرمائی: **اخرجوا الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب.** ''یہود ونصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دینا''۔ (سنن ابوداود)

(۸) state ''ریاست'' اپنی نہاد میں کیا ہے؟......اور کیا ''ریاست'' اسلامی ہوسکتی ہے؟ اس میں مختلف آراء ہیں اور یہ ایک پیچیدہ بحث بھی ہے۔ مغرب کے بعض ناقدین کے خیال میں 'ریاست' اسلامی ہوسکتی ہے، البتہ کئی دیگر مفکرین کے خیال میں ایسا ہونا ممکن نہیں۔ خلافت، امارت، حاکم، سلطان...... یہ تمام اسلامی اصطلاحات ہیں؛ ان کا خاص پس منظر ہے، جبکہ اسٹیٹ جس کا ترجمہ ہم ریاست کرتے ہیں جدیدیت کی پیداوار ہے، اور یہ استبدادی ریاست ہوتی ہے۔ یہاں ہم صرف ایک اقتباس پر اکتفاء کریں گے جو شاید ریاست کو سمجھنے میں کفایت کر سکے:

> ''جدید ریاست دراصل کچھ طاقت ور مقامی اور بین الاقوامی حلقوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے وجود میں آئی ہے۔ حکومتیں اس کا چہرہ ضرور ہیں، لیکن ان مفادات کے آگے بے بس ہیں۔ چناں چہ جمہوریت، انتخابات، ایوان کی بحث وتمحیص، قانون سازی، اور حکومتوں کا آنا جانا...... یہ سب ان کے مفادات کا مرہون منت ہے۔ یہ اہل ثروت کا گروہ ہے اور اس کے ساتھ وہ حلقے ہیں جن کے مفادات اس گروہ سے وابستہ ہیں۔'' (سہ ماہی 'جی' لاہور، جلد نمبر ۱۲، ۱۳)

(۹)......۱۹۸۰ء سے پہلے کی سرمایہ دار فلاحی ریاستیں دراصل استعماری ریاستیں بھی تھیں، ان ریاستوں کی ثروت اور صنعتی ترقی کے اسباب میں سے اہم ترین باعث وہ لوٹ مار تھی جو انہوں نے اپنے مقبوضات سے کی۔ مگر یہ دولت بہت عرصہ نہیں چل سکی، اب اکثر سرمایہ دار ریاستوں کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہوتی جا رہی ہیں اور بنیادی سہولتوں تعلیم، صحت، انصاف تک کو نجی تحویل میں دے رہی ہیں حتیٰ کہ دفاع اور عسکری شعبے بھی نجی سیکٹر میں منتقل کیے جا رہے ہیں۔

آسیہ مسیح کیس

بنتِ یاسین

28 اکتوبر 2018ء، مسلمانانِ پاکستان کے لیے ایک سیاہ دن رہا۔ یہ دن اپنے جلو میں ہمارے لیے غم اور دکھ کی سیاہ بدلیوں کو لے کر آیا۔ یا یوں کہہ لیں کہ ہماری دینی شوکت و احتشام کے لبادے پر نکبت کے سیاہ چھینٹے اڑاتا ہوا طلوع ہوا۔ اب اس دن میں ایسی کیا بدشگونی تھی، اس کے لیے ہمیں ماضی کے کچھ اوراق پر نظر ڈالنی ہوگی، جو کہ تھوڑا تفصیل طلب، دل گردے کا کام ہے۔

14 جون 2009ء کو فالسے کی فصل میں کام کرنے والی آسیہ مسیح نے نبی آخر الزماں حضرت ختمی مرتبت سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی شان میں گستاخی کی۔ اس غلیظ و ناپاک حرکت کی عینی شاہد خواتین اسماء بی بی و ملفوفہ بی بی اور یاسمین خاتون تھیں، جب اس واقعے کی شہرت عام ہوئی تو یہ معاملہ گاؤں کی پنچائیت میں لایا گیا اور وہاں کے امام مسجد، قاری محمد سلام صاحب اس معاملے کو تھانے تک لے کر گئے۔

پولیس کی جانب سے چالان پیش کیا گیا اور ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ننکانہ صاحب نے زیر دفعہ C-295 تعزیرات پاکستان کے تحت کارروائی کا آغاز کیا۔ سیشن کورٹ نے 2010-11-8 کو معلونہ آسیہ کو پھانسی کی سزا مع ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا سنادی۔

ملعونہ کے شوہر عاشق مسیح نے ہائی کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل درج کراوئی لیکن یہاں بھی شواہد و گواہیوں کی قوت اور ثبوتوں کی دستیابی کی وجہ سے اسے منہ کی کھانی پڑی، لیکن اسی کیس پر سپریم کورٹ کے جج چیف جسٹس آف پاکستان، ثاقب نثار نے ملعونہ کو ہر جرم سے بری کردیا۔

28 اکتوبر 2018ء کو چیف جسٹس نے فیصلہ سنایا اور اس فیصلے کو انھوں نے عوام الناس کے لیے اردو میں بھی پیش کیا۔ چیف جسٹس نے اس کیس پر 10 اعتراضات پیش کیے۔

(1) وقوعہ 14 جون 2009ء کو پیش آیا، لیکن رپورٹ 5 دن بعد 19 جون کو کروائی گئی۔

(2) گواہی صرف تین خواتین نے دی، جبکہ اس موقع پر 35-25 لوگ تھے، انھوں گواہی کیوں نہیں دی۔

(3) اسماء بی بی اور ملفوفہ بی بی نے اس بات سے انکار کیا کہ ان کا آسیہ بی بی سے پانی پلانے پر کوئی جھگڑا نہیں ہوا، جبکہ دیگر گواہوں نے یہ بات تسلیم کی ہے۔

(4) سب سے اہم بات یہ کہ مختلف گواہوں کے بیانات میں فرق تھا، جب آسیہ بی بی کا معاملہ پھیلا تو ایک عوامی اجتماع بلایا گیا۔ اس اجتماع میں موجود شرکاء کی تعداد کے بارے میں گواہان کے بیانات میں فرق ہے۔

(5) اس عوامی اجتماع کی جگہ کے بارے میں اختلاف ہے، یعنی یہ اجتماع کس جگہ منعقد ہوا۔

(6) اجتماع میں آسیہ بی بی کے لانے پر بھی اختلاف ہے، ایک نے کہا کہ اسے یاد نہیں، دوسرے نے کہا موٹر سائیکل پر ملزمہ کو لایا گیا، جبکہ تیسرے نے کہا سائیکل پر لایا گیا۔

(7) اس اجتماع کے وقت اور دورانیے کے بارے میں اختلاف ہے۔

(8) ملزمہ کی گرفتاری کے وقت متعلقہ انسپکٹر محمد ارشد کے بیانات میں تضاد ہے۔

(9) ملزمہ کا بیان ایسے مجمع کے سامنے لیا گیا جو اس کو مارنے پر تلے ہوئے تھے، اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔

(10) آسیہ بی بی نے قانون کے تحت جو بیان دیا اس میں انھوں نے قرآن پاک کی مکمل تعظیم کا اظہار کیا اور تفتیشی افسر سے بائبل پر ہاتھ رکھ کر اپنی معصومیت ثابت کرنا چاہی، لیکن تفتیشی افسر نے اجازت نہ دی۔

اب ان اعتراضات کے جوابات بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(1) پاکستان کے قانون کے مطابق توہین رسالت کا مقدمہ عام F.I.R کی طرح نہیں درج کروایا جاسکتا، بلکہ اس کے لیے ریاست ایک افسر مقرر کرتی ہے۔ اب اس افسر کی تفتیش میں چار یا پانچ دن کا لگنا ایک منطقی بات ہے۔

(2) پانی پینے سے منع کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قانون کی بے ادبی کرنا جائز ہے؟

(3) اس پنچائیت کا مقصد سزا نافذ کرنا نہیں تھا، بلکہ اس بات کی تصدیق کرنا تھا کہ کیا واقعی یہ بات ہوئی ہے۔

(4) اس سزا کو نہ صرف سیشن کورٹ بلکہ ہائی کورٹ نے بھی برقرار رکھا۔

(5) گواہی کے لیے یاسمین بی بی پیش نہ ہوئی، گواہی کے لیے پیش نہ ہونا اور گواہی سے منکر ہوجانا دو مختلف باتیں ہیں۔

(6) واقعہ فالسے کے باغ میں ہوا، باغ میں لوگ ٹولیوں کی صورت میں کام کر رہے ہوتے ہیں، لہٰذا وقوعہ پر ہونے کی وجہ سے وہ جھگڑے کے تو گواہ ہیں، لیکن اس غلیظ حرکت کا ارتکاب ان کے آنے سے قبل ہو چکا تھا۔ یہ بات F.I.R میں موجود ہے۔

(7) یہ وقوعہ باغ میں ہوا، جہاں لوگ کام کر رہے تھے، خلقتِ خدا ہاتھ میں گھڑیاں نہیں لے کر گھوم رہی تھی۔

(8) اس کی تفتیش S.P رینک کے افسر نے کی ہے، اس کا ذکر خود سپریم کورٹ کے فیصلے میں ہے۔

(9) سیشن کورٹ اور ہائی کورٹ کے وکلاء نے مکمل طور پر لڑا ہے، یہ الزام لغو ہے۔

(10) گواہ پیش نہ ہوا، جبکہ آسیہ ملعونہ اپنے حق میں گواہ پیش کرنا تو دور اس کے شوہر نے بھی بائبل پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے سے انکار کر دیا۔

معاملہ صرف آسیہ ملعونہ کو پھانسی دینے یا نہ دینے تک محدود نہیں، یہ معاملہ ہے دین اور شعائرِ دین کے تحفظ کا۔ اگر آج یہ معاملہ اللہ کے حوالے کر کے چھوڑ دیا گیا تو کل کو کوئی اور ملعون ایسی غلیظ حرکت کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ کیا دینِ اسلام ایسی گری پڑی چیز ہے کہ جس ملعون دماغ میں جو بات آئے کہتا پھرے اور آخر میں معافی مانگ لے۔

اس کیس کی شروعات میں ہی سلمان تاثیر نے خلافِ قانون وآئین مجرمہ کو تحفظ پہنچانے کی کوشش کی اور اس کے اپنے باڈی گارڈ ممتاز قادری (شہید) نے اس کو جہنم واصل کیا، اسی کیس کے سلسلے میں اقلیتی برادری کے وزیر کو بھی قتل کیا گیا۔ سرکاری عہدوں پر فائز دو اہم افراد کا قتل ہوا، ممتاز قادری کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ کیا اسی سے حکمران واقعے کی سنگینی کا اندازہ نہیں لگا سکے؟ کیا یہ واقعہ اتنی چھوٹی حیثیت رکھتا ہے کہ معافی مانگ لینے پر ختم ہو جائے؟

ہارون الرشید نے امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا:

''کسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہو جائے، تو اُمّت محمد یہ کیا کرے؟''

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اُمّت فوراً بدلہ لے''

ہارون رشید نے پوچھا اگر امت ایسا نہ کر سکے تو امام مالک رحمہ اللہ نے تاریخی الفاظ فرمائے:

''پھر اُمّت کو مر جانا چاہیے''

اس فیصلے پر علماء حضرات نے جمعرات، جمعہ اور ہفتہ پر امن احتجاج کیا۔ سوشل میڈیا نے اسی احتجاج کی ایک خوفناک شکل دکھائی کہ عاشقانِ رسول، کیلے کی ریڑھی کو اور بیکری کو لوٹ رہے ہیں۔ سڑکوں پر توڑ پھوڑ، عمارتوں کا جلاؤ گھیراؤ کر رہے ہیں، اس طرح کی کئی تصاویر اور ویڈیوز نظروں سے گزریں، جس کے نتیجے میں کچھ رضا کار حرکت میں آئے اور با قاعدہ اس کیلے والے، بیکری والے اور جو جگہیں جلتی ہوئی دکھائی جا رہی تھیں، وہاں جا کر تفتیش کی تو ایسی کوئی صورتحال نظر نہ آئی۔ ہاں البتہ کچھ تصاویر کا تعلق پچھلے عرصے میں پیش آنے والے تحریک انصاف کے دھرنوں سے ضرور جا ملا۔

بہر حال اس احتجاج کا اختتام مولانا سمیع الحق کی شہادت پر ہوا، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس پہیہ جام ہڑتال کا اختتام مولانا کی شہادت پر ہوا، کیونکہ یہ احتجاج تو تب تک چلے گا جب تک معلونہ کو پھانسی کی سزا نہ دے دی جائے۔

کچھ خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ آسیہ ملعونہ کو باحفاظت بیرون ملک منتقل کر دیا گیا ہے، یعنی وہ بین الاقوامی دین دشمن آسیہ کو ریمنڈ ڈیوس کی طرح نکال کر لے گئے۔ جی ہاں! وہی ریمنڈ ڈیوس جس نے یہاں ایک کار حادثے میں دو جانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، لیکن اس پر کوئی کارروائی ہونے سے قبل ہی اسے بیرون ملک بھجوا دیا گیا۔

جب عدالتیں اس طرح کے سیاہ فیصلے کرنے لگیں، جب حق گوئی اور انصاف کے معاملے میں بانجھ ہو جائیں تو ''غازی علم دین'' جیسے گوہر نایاب منظر عام پر آتے ہیں، جو عدالتوں کے بجائے اپنی تلوار کی نوک پر فیصلے کرتے ہیں۔ اب یا تو حکومت پھر سے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے یا پھر اس بات کو یاد رکھے کہ ہم وہ ''چھوٹا طبقہ'' ہیں جو دین کے نام مرنے اور مارے جانے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

مومن کے صفاتی خدوخال (قرآنِ کریم کی روشنی میں)

مولانا مفتی محمد عبداللہ شارق

- مومن وہ ہیں کہ جن کی نمازوں میں خشوع اور انہماک کی ایک کیفیت ہوتی ہے، صرف اٹھک بیٹھک نہیں ہوتی۔(المومنون:2)
- وہ کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے، یعنی ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔(آل عمران: 191)
- وعدہ کریں تو ہر حال میں پورے اترتے ہیں۔(البقرۃ: 177)
- تکلیف آئے تو صبر کی چادر اوڑھ لیتے ہیں (البقرۃ: 177) اور اس حال میں ایسے بول ان کی زبان سے نکلتے ہیں جن سے ان کی عاجزی، بندگی اور خدا پرستی کا پتہ چلتا ہے۔(البقرۃ:156)
- وہ اللہ کے ساتھ بہت شدید محبت کرتے ہیں۔(البقرۃ:165)
- زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں (الاسراء: 37) اور ایسی عاجزانہ ادا ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کو ان میں بندگی کا ایک پیکر نظر آتا ہے۔(اسوہ نبوی)
- جنسی و شہوانی جذبوں کے غلط استعمال سے دور رہتے ہیں۔(المومنون:5)
- وہ سائل اور تنگ دست کا اپنی جیب و کمائی پر حق سمجھتے ہیں۔(المعارج:24)
- جاہلانہ مباحثوں کے لیے جب انہیں مخاطب کیا جائے تو کرنے کے اصل دینی کام معلوم ہونے کی وجہ سے وہ ان کو سلام کہہ کر معذرت کر لیتے ہیں۔(الفرقان:63)
- لغو و لایعنی امور سے بے نیاز اور بیزار ہوتے ہیں۔(الفرقان:72)
- ان کے چہروں پر سجدے کے نشان دیکھے جا سکتے ہیں۔(الفتح:29)
- نمازوں کی فکر کرتے ہیں (المعارج:34) اور ایک نماز کے بعد دوسری کے انتظار میں رہتے ہیں۔(جامع الترمذی: رقم 51)
- قرآن پڑھیں تو انہیں رونا آتا ہے اور روتے ہوئے سجدہ میں جا گرتے ہیں۔(الاسراء:58)
- دن اور رات کے مختلف اوقات میں کئی دفعہ ربِ کائنات کے ذکر و تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں (الانبیاء: 21) اور مشغولِ سجود و قیام نظر آتے ہیں۔(ہود:114)
- وہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔(فاطر:29)
- کفار کے مقابلہ میں متحد اور سخت ہوتے ہیں، جبکہ آپس میں اخوت اور الفت کا تعلق رکھتے ہیں۔(الفتح:29)
- ان کا قلب ''قلبِ منیب'' اور ''قلبِ سلیم'' ہوتا ہے۔(ق:33، الشعراء:89) یعنی ان کے دل روحانی امراض سے

محفوظ ہوتے ہیں، حبِ الٰہی، خوف وخشیت اور تعلق مع اللہ سے مزین ہوتے ہیں، گناہ کی وہاں نفرت اور طاعات کا وہاں شوق ہوتا ہے، ایمان اور قرآن وہاں بسے ہوتے ہیں اور دنیا سے زیادہ آخرت کی یاد وہاں موج زن ہوتی ہے۔

- وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوتے ہیں (الاسراء: 57) اور رب کی رحمت سے ناامید ہونا تو کافروں کی صفت ہے۔ (یوسف: 87)
- وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں (الاسراء: 57) کیونکہ کوئی بھی آدمی اپنے بارہ میں یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ خدا کے معاملہ میں کسی کوتاہی کا مرتکب نہیں ہوا۔
- اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کے لیے حیلے وسیلے کرتے ہیں اور نیک اعمال کا جتن کرتے ہیں۔ (الاسراء: 57)
- وہ عبادت گذار ہوتے ہیں۔ (التوبۃ: 112)
- رکوع وسجود ان کی زندگی کا ایک ورق ہوتے ہیں۔ (التوبۃ: 112)
- وہ روزہ دار ہوتے ہیں۔ (التوبۃ: 112)
- خالی پیٹ ہوکر بھی وہ دوسرے بھوکے کی فکر کرتے ہیں اور اپنے اوپر دوسرے بھوکے کو ترجیح دیتے ہیں۔ (الحشر: 9)
- اللہ کی بیان کردہ حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور ان سے آگے نہیں بڑھتے۔ (التوبہ: 112)
- خوش حالی میں تو وہ خرچ کرتے ہی ہیں، تنگ حالی میں بھی صدقہ کرنا ان کا شعار ہوتا ہے۔ (البلد: 14)
- اللہ کا نام لیتے ہوئے بیدا ہوتے ہیں اور اسی کا نام لیتے ہوئے نیند کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ (اسوہ نبوی) یعنی اللہ کا ذکر بہت کثرت سے کرتے ہیں۔ (الاحزاب: 35)
- ان پر گروہی رنگوں کی بجائے ''صبغۃ اللہ'' یعنی اللہ کا رنگ طاری ہوتا ہے (البقرۃ: 138) اور دیکھنے والا جب ان کو دیکھتا ہے تو اسے بھی اللہ یاد آجاتا ہے۔ (حدیثِ نبوی)
- انہوں نے اللہ کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہوتا ہے (آلِ عمران: 101) یعنی اللہ کی رسی کو، اس کے احکام کو، اس کے ساتھ اپنے قلبی وایمانی تعلق کو ایسے مضبوطی سے پکڑا ہوا ہوتا ہے جیسے کوئی گرتا ہوا آدمی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے اور اس کے لیے اگر کوئی قیمت دینی پڑے تو دے گذرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ کا مفہوم ہے کہ اللہ کے ساتھ ایسا تعلق ہدایت اور صراطِ مستقیم کی ضمانت ہے۔ (آلِ عمران: 101)
- سچ بولتے ہیں (آلِ عمران: 17) اور مومن جھوٹا تو کبھی ہوسکتا ہی نہیں۔ (حدیثِ نبوی)
- مومن صرف اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ (الانفال: 2)
- ایمانی صفات ان کے مردوں اور عورتوں دونوں میں دکھائی دیتی ہیں۔ (الاحزاب: 35)
- وہ تکبر نہیں کرتے (القصص: 83) اور تکبر کرنا تو ابلیس کی صفت ہے۔ (البقرۃ: 34)

- خیرخواہی کے جذبہ سے وہ دوسروں کو بھی نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ (آلِ عمران: 114) یوں وہ خیر کی چابی اور شر کا تالا ہوتے ہیں۔ (حدیث نبوی)
- برائیوں کا پرچاری بننا اور نیکیوں میں رکاوٹ بننا ان کی خصلت نہیں ہوتا کہ یہ تو منافقین کا اسوہ ہے۔ (التوبۃ: 67)
- جھوٹ، دھوکا اور بدعنوانی کی تمام شکلوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ (النساء: 29)
- اللہ کی آیات سنتے ہیں تو آنکھوں کے راستے بہہ پڑتے ہیں (البقرۃ: 74) اور مردہ دلی تو دراصل یہود کی صفت ہے۔ (البقرۃ: 74)
- کاروبار کی محبت انہیں نماز وزکوۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرسکتی۔ (النور: 37)
- غصہ آئے تو پی جاتے ہیں (آلِ عمران: 134) اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں۔ (الشوری: 37)
- وہ جھوٹ کی گواہی نہیں دیتے۔ (الفرقان: 72)
- اپنے رب سے اپنے لیے دین ودنیا کی بھلائیاں مانگنا مومن کی صفت ہوتا ہے۔ (الفرقان: 74)
- زمین وآسمان کی تخلیق میں تفکر کرتے اور اپنے ایمان کو تقویت دیتے ہیں۔ (آلِ عمران: 191)
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں۔ (الحجرات: 3)
- اللہ کی راہ میں جانی ومالی جہاد کرتے ہیں۔ (الانفال: 72)
- ہجرت ونصرت کی ضرورت پڑے تو وہ بھی کر گذرتے ہیں۔ (الانفال: 72)
- صرف فالتو چیزیں صدقہ نہیں کرتے، بلکہ جس مال میں دل اٹکا ہوا ہے وہ بھی اللہ کے راستہ میں دیتے ہیں۔ (البقرۃ: 177)
- قیدیوں کی امداد کرتے ہیں۔ (الدھر: 8)
- اللہ پر، آخرت پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ (البقرۃ: 177)
- مال کی چاہت ہوتے ہوئے اسے رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ (البقرۃ: 177)
- مسافر کی امداد کرتے ہیں۔ (البقرۃ: 177)
- مانگنے والوں کو بھی دیتے ہیں (البقرۃ: 177) یعنی انہیں پیشہ ور کہہ کر دھتکارنہیں دیتے۔
- غلام جو کسی زمانے میں ہوتے تھے، ان کو آزاد کروانے کے لیے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ (البقرۃ: 177)
- بے فائدہ کاموں اور لایعنی قسم کی بحثوں سے بےزار ہوتے ہیں۔ (المومنون: 3)
- جب شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال انہیں چھو بھی جائے تو یہ چونک جاتے ہیں اور باطنی بصیرت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ گویا شیطان کو شرارت کرتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ (الاعراف: 201)
- فرشتوں سے ان کا تعلق ایمان اور احترام کا ہوتا ہے۔ (البقرۃ: 285)

- تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں (آلِ عمران:26)
- تمام رسولوں پر بلاتفریق ایمان رکھتے ہیں، یہود کی طرح بعض پہ ایمان اور بعض سے کفر نہیں کرتے۔(البقرۃ:136)
- اپنے رب کی آیات سے وہ اندھے اور بہرے ہوکر نہیں گذر جاتے۔(الفرقان:73)
- وہ ایمان بالغیب رکھتے ہیں، یعنی اللہ کی پیدا کردہ ونازل کردہ آیات ونشانیوں کو دیکھ سن کر وہ خدا پہ، وحی پہ، فرشتوں پہ اور جنت وجہنم پہ بن دیکھے ایمان لے آتے ہیں اور ایمان لانے سے قبل ان سب غیبیات کو دیکھنے کی شرط نہیں لگاتے (البقرۃ:3) کہ ایسی شرطیں لگانا خدا کے ناپسندیدہ مغرور لوگوں کا طریقہ ہے جو خود کو کوئی بڑی اہم چیز سمجھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ شاید خدا کو ان کے ایمان کی ضرورت پڑی ہوئی ہے۔(الفرقان:21)
- کائنات کو دیکھتے ہیں تو اس کی مقصدیت کو محسوس کرتے ہیں۔(آلِ عمران:191)
- برائی کا تدارک اچھے طریقہ سے کرتے ہیں۔(الرعد:22)
- صدقہ علانیہ بھی کرتے ہیں اور چھپ کر بھی۔(الرعد:22)
- قتال فی سبیل اللہ کرتے ہیں اور کبھی غازی، کبھی شہید ہوتے ہیں۔(التوبہ:111)
- دشمن سے جنگ کی تمنا نہیں کرتے (حدیثِ نبوی)، لیکن اگر آمنا سامنا ہو جائے تو سیسہ پلائی دیوار بن کر باطل کی سرکوبی کرتے ہیں۔(الصّف:4)
- بخل واسراف سے اجتناب کرتے ہیں اور اعتدال ان کی صفت ہوتا ہے۔(الفرقان:67)
- صدقہ کر کے کسی بدلہ کے یا شکریہ کے متمنی نہیں ہوتے۔(الدھر:9)
- اگر اللہ اقتدار دے تو اپنے فرائض یاد رکھتے ہیں اور اپنی ذات سے نماز وزکوۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہتے ہیں۔(الحج:41)
- اللہ کا نام سنتے ہیں تو اس کے نام کے رعب سے ان کے دل لرز جاتے ہیں۔(الانفال:2)
- انہیں چین وجاپان کی باتوں میں نہیں، اللہ کی یاد میں قرار ملتا ہے۔(الرعد:28)
- لوگ جب رات کو اپنے اپنے بستر پر ہوتے ہیں تو یہ رب کے آگے کبھی ہاتھ باندھ کر کھڑے قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں اور کبھی اس کے سامنے حالتِ سجدہ میں ہوتے ہیں۔(الفرقان:64)
- پھر جب رات بیتنے کو ہوتی ہے تو استغفار میں لگ جاتے ہیں۔(الذاریات:19)
- خود کو مومن سمجھ کر بے خوف نہیں ہوتے، بلکہ جہنم سے بچاؤ کے لیے فکرمند رہتے ہیں اور اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔(الفرقان:66)
- وہ قاتل اور زانی نہیں ہوتے۔(الفرقان:68)

- اللہ کے سوا کسی معبود کو نہیں پکارتے۔(الفرقان:68)
- خیر کے کاموں میں سرعت سے کام لیتے ہیں۔(الانبیاء:90)
- رب کے سامنے جھکے چلے جاتے ہیں۔(الانبیاء:90)
- اگر ان سے بے حیائی کا کوئی کام سرزد ہوجائے یا کوئی اور گناہ ہوجائے تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیتے ہیں(آلِ عمران:135)اور کافروں کی طرح اپنے گناہوں کے جواز نہیں نکالتے۔(الاعراف:28)
- نیکی کرکے بھی ابراہیم علیہ السلام کی طرح اس کی قبولیت کے لیے فکرمند رہتے ہیں۔(البقر؟:127)
- نماز پڑھ کر بھی ابراہیم علیہ السلام کی طرح اس کی اصلاح، ترقی اور استقامت کے لیے فکرمند رہتے ہیں۔(ابراہیم:40)
- ایک مستقل عمل سمجھ کر جلوت وخلوت میں اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔(التوبۃ:112)
- جن امور ورشتوں کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا، انہیں جوڑے رکھتے ہیں۔(الرعد:21)
- وہ اس اندیشہ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں خدا کی بارگاہ میں ان کا سخت حساب نہ لے لیا جائے(الرعد:21)اور اپنے رب سے آسان حساب کی دعا مانگتے ہیں۔(نبوی دعاء)
- ہدایت مل جانے کے بعد بے خوف نہیں ہوتے، بلکہ گم راہی سے بچے رہنے کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔(آلِ عمران8)
- دین کے نام پر فلسفے جھاڑنے سے زیادہ وہ دین کو اپنانے کی فکر کرتے ہیں کیونکہ خود کو بھول کر دوسروں کی اصلاح کے لیے پریشان رہنا تو یہودیوں کی صفت تھا اور خدا نے اس پر ان کی مذمت فرمائی۔(البقرۃ:44)
- وہ اپنے لیے یہ بات ہرگز پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی حیثیت سے بڑھ کر ان کی تعریف کرے اور ان کی طرف وہ نیکیاں منسوب کرے جو در اصل ان میں پائی ہی نہیں جاتیں کیونکہ ایسا چاہنا تو یہودیوں کی صفت ہے اور پروردگار نے اس پر ان کی مذمت کی ہے۔(آلِ عمران:188)
- چھوٹی چھوٹی چیزوں کا لالچ نہیں کرتے کہ ایسا لالچ کرنا تو بے حس اور بے ایمان لوگوں کی صفت ہے(الماعون:7) اور وہ لین دین میں نرم روی سے کام لیتے ہیں۔(حدیثِ نبوی)

آخری بات:

قرآن میں مختلف مقامات پر مذکور مومنین کی کچھ صفات یہاں یکجا طور پر ذکر کی گئی ہیں، مگر ان کا پورا حظ تب ملتا ہے جب انسان ان کو قرآن میں متفرق طور پر ہی پڑھتا ہے، قرآن جب ان صفات میں سے چیدہ چیدہ صفات کو ایک خاص سیاق وسابق میں ذکر کرتا ہے تو ان کی تاثیر میں بے پناہ اضافہ ہوجاتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اپنی رحمت کے صدقے اس عاجز کو اور سب پڑھنے والوں کو یہ صفات عطا فرمائیں۔آمین

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

خلافتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

امام وخلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل کی تصدیق وترجمانی

امام وخلیفۂ رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبانی

- أخْـرَجَ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سَأَلْتُ اللّٰهَ أنْ يُّقَدِّمَکَ ثَلاثاً فَأبَی عَلَیَّ اِلَّا تَقْدِيْمَ أبِیْ بَكْرٍ.

(الصواعق المُحرقہ مع تطہیر الجنان، ص:۲۱، طبع مصر:۱۳۷۵ھ۔۱۹۵۶ء)

ترجمہ: محدثِ شہیر امام دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''کتابِ سُنن'' میں اور مؤرخ ومحدثِ شام علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''کتابِ تاریخ'' میں براہِ راست سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

انھوں نے بیان کیا کہ ''خود مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ''میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے پہلا خلیفہ بنانے کے متعلق تین بار درخواست کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار کیا اور ابوبکر کو پہلا خلیفہ بنانے کے فیصلہ کا اظہار فرمادیا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزراء —— ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما

- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَيَّدَنِی بِأَرْبَعَةِ وُزَرَاءَ نُقَبَاءَ''، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلاءِ الْأَرْبَعُ؟ قَالَ: ''اِثْنَيْنِ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ، وَاثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ''، فَقُلْتُ: مَنِ الاِثْنَيْنِ مَنْ اَهْلِ السَّمَاءِ؟ قَالَ: ''جِبْرِيلُ وَمِيْكَائِيلُ''، قُلْنَا: مَنِ الاِثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ الارْضِ؟ قَالَ: ''أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ''.

(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث: ۱۱۲۶۶)

ترجمہ: عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے چار وزراء اور نقباء کے ساتھ میری مدد کی۔

ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ چار کون ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دو آسمان والوں میں سے ہیں اور دو زمین والوں میں سے ہیں۔

★ تاریخ وفات: 22 جمادی الثانی 13 ھجری، مدفن: مسجد نبوی حجرہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ

پس میں نے عرض کیا: آسمان والوں میں سے دووزیر کون ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبریل اور میکائل۔
ہم نے عرض کیا: زمین والوں میں سے دووزیر کون ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ابوبکر اور عمر“

- عَنْ أَبِی سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا لَہُ وَزِیْرَانِ مِنْ أَھْلِ السَّمَاءِ وَ وَزِیْرَانِ مِنْ أَھْلِ الْاَرْضِ فَأَمَّا وَزِیْرای مِنْ أَھْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِیْلُ وَ مِیْکَائِیْلُ وَ أَمَّا وَزِیْرَای مِنْ أَھْلِ الْأَرْضِ فَأَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ. قال أبو عیسٰی ھذا حدیث حسن غریب.

(سنن الترمذی: کتاب المناقب، رقم الحدیث: ۳۶۸۰)

ترجمہ: حضرت ابی سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کوئی نبی ایسا نہیں جس کے دووزیر آسمان والوں میں سے اور دووزیر زمین والوں میں سے مقرر نہ (کیے گئے) ہوں۔ پس آسمان والوں میں سے میرے دووزیر جبریل اور میکائل ہیں اور دووزیر زمین والوں میں سے ابوبکر وعمر ہیں۔

سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس

24 فروری 2019 اتوار، صبح 10 تا نمازِ عصر، مرکز احرار مرکزی جامع مسجد ختم نبوت ناگڑیاں چوک، چوہڑ چک ضلع گجرات

یکم مارچ 2019 جمعۃ المبارک، بعد نماز مغرب، جامع مسجد القمر، کنورگڑھ، گوجرانوالہ

2 مارچ 2019 ہفتہ، بعد نماز مغرب، مرکز احرار جامع مسجد الفضل، نیا حمزہ غوث، مقابل حیدر فلور مل، ڈیفنس روڈ، سیالکوٹ

3 مارچ 2019 اتوار، بعد نماز مغرب، ایوانِ احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور

7 مارچ 2019 جمعرات، بعد نماز مغرب

17 مارچ 2019 اتوار، بعد نماز عشاء، مرکز احرار جامع مسجد علی المرتضیٰ، چکڑالہ ضلع میانوالی

18 مارچ 2019 پیر، بعد نماز مغرب، مرکز احرار جامع مسجد ابوبکر صدیق تلہ گنگ ضلع چکوال

تیسرا سالانہ دوروزہ تربیتی اجتماع:

برائے ذمہ داران مجلس احرار اسلام حلقہ شمالی پنجاب، پاکستان 3,2 مارچ 2019 ہفتہ اتوار ایوانِ احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور

منجانب: شعبہ تبلیغ تحفظِ ختم نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مسلمانوں کی تباہی کے اسباب

قسط:۱

شیخ الحدیث، حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

یہ صحیح ہے کہ مسلمان ہر نوع سے پریشان ہیں۔ انفرادی مشکلات مستقل گھیرے ہوئے ہیں اور اجتماعی تفکرات علیحدہ دامن گیر ہیں، لیکن یہ سوال کہ ان کو کیا کرنا چاہیے، ایک عامی سمجھ دار مسلمان کے قلم سے بھی موجب تعجب ہے، چہ جائے کہ کسی ذی علم کے قلم سے۔ اسلام وہ مذہب ہے جس کے متعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں تکمیل کا اعلان فرمایا ہے اور اس احسان اور نعمت کے پورا کردینے کا تمغہ عطا فرمایا ہے اور کن پیارے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. (سورۂ مائدہ، رکوع:۱)

ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے دین کامل کر دیا اور (اس تکمیل سے) تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور میں اس بات سے خوش ہوں (اور اس کو پسند کرتا ہوں) کہ تمھارا دین (اور مذہب) اسلام ہو (یعنی مذہب اسلام تمھارے لیے مجھے پسندیدہ ہے اور یہی تمھارا مذہب ہے)۔

کیا ہی مبارک تمغہ ہے، کتنا مسرور بنا دینے والا امتیاز ہے۔ ایسے مکمل دین کے دعوے دار، ایسے کامل مذہب کے پیرو، اس میں پریشان ہوں کہ مسلمان کیا کریں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی یا دنیا کی کوئی بھی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ضرورت اور بات ایسی باقی نہیں چھوڑی، جس کے متعلق صاف اور کھلے ہوئے الفاظ میں احکام نہ بیان فرما دیے ہوں، ان کے منافع اور نقصانات نہ بتا دیے ہوں اور پھر سب کچھ صرف زبانی تلقین اور کتابی تعلیم نہیں ہے، بلکہ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فریفتہ جماعت نے ان سب کو عملی جامہ پہنا کر ان پر عمل کر کے اس کا تجربہ بھی کرا دیا ہے۔

الغرض دین ودنیا کی بہبود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی مضمر ومنحصر ہے، مگر جب ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو دقیانوسیت اور اس کی سنتوں پر مر مٹنے کو تنگ نظر سمجھیں تو آخرت کا جو حشر ہونے والا وہ ظاہر ہے اور دنیا کا جو ہو رہا ہے، وہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک حرکت وسکون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین عظام رحمھم اللہ کے طفیل آج کتابوں میں محفوظ ہے، ایک طرف اس کو سامنے رکھو اور دوسری طرف اُمّت کے حالات کو سامنے رکھو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت دیدہ ودانستہ دلیری اور جرأت سے چھوڑی جا رہی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ اس کی طرف متوجہ کرنے والوں کو احمق اور دین کا ناسمجھ بتایا جا رہا ہے، کیا اس ظلم عظیم کی کوئی حد ہے اور ایسی صورت میں مسلمانوں کو پریشانی کی شکایت کرنے کا کیا منہ ہے اور تقریروں، تحریروں میں

اس پر شور مچانے کا کیا حق ہے مسلمان تباہ ہوگئے ؂

آنچہ بر ما است از ما است

خود کردہ را علاجے نیست

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صاف اور کھلے الفاظ میں ارشاد فرمادیا:

وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الاَرْضِ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (سورۂ شوریٰ، رکوع:۴)

ترجمہ: اور جو کچھ مصیبت تم کو حقیقتاً پہنچتی ہے، وہ تمھارے ہی اعمال کی بدولت پہنچتی ہے (اور اگر ہر گناہ پر نہیں پہنچتی بلکہ) بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں (اور اگر وہ ہر گناہ پر دنیا میں پکڑ کرنے لگے تو) تم زمین میں (کسی جگہ بھی پناہ لے کر) اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کے سوا کوئی حامی اور مددگار نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد پاک ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ. (سورۂ روم، رکوع:۵)

ترجمہ: بر و بحر (یعنی خشکی اور تری، غرض ساری دنیا) میں لوگوں کے اعمال کی بدولت فساد پھیل رہا ہے (اور بلائیں قحط زلزلے وغیرہ نازل ہو رہے ہیں) تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کی سزا کا مزا ان کو چکھا دے۔ شاید کہ وہ اپنے ان اعمال سے باز آجائیں۔

اس قسم کے مضامین کلام پاک میں دو چار جگہ نہیں، سیکڑوں جگہ وارد ہیں۔ پہلی آیت کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر تجھے بتاتا ہوں۔ اے علی! جو کچھ بھی تجھے پہنچے مرض ہو یا کسی قسم کا عذاب ہو، یا دنیا کی کوئی مصیبت ہو، وہ اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کسی لکڑی کی خراش یا کسی رگ کی حرکت کرنا، یا قدم کی لغزش (ٹھوکر کھا جانا) یا پتھر کہیں سے آ کر لگ جانا، جو کچھ بھی ہوتا ہے کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی بندہ کو کوئی زخم یا اس سے بھی کم درجہ کی کوئی چیز پہنچتی ہے، وہ کسی اپنی ہی کی ہوئی حرکت سے پہنچتی ہے۔ حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ کے بدن میں کوئی تکلیف تھی۔ لوگ عیادت کے لیے آئے اور افسوس کرنے لگے۔ فرمایا: ''افسوس کی کیا بات ہے، کسی گناہ کی وجہ سے یہ بات پیش آئی ہے''۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک پڑھ کر بھول جاتا ہے، وہ کسی

گناہ کی بدولت ہوتا ہے۔ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمانے لگے کہ قرآن شریف کو بھول جانے سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہوسکتی ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے سر میں درد ہوا تو سر پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگیں کہ میرے گناہوں کی وجہ سے ہے۔ (درمنثور، ابن کثیر)

اگرچہ بعض اوقات مصائب اور حوادث کے اسباب کچھ اور بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور معصوم بچوں کو بھی ابتلا ہوتا ہے، جو اپنے مواقع پر مذکور ہیں۔ مجھے اس جگہ ان آیات واحادیث کی شرح کرنا مقصود نہیں ہے کہ جملہ احتمالات اور اشکالات کو ذکر کروں۔ میرا مقصود صرف یہ ہے کہ ان آیات اور احادیث میں ایک ضابطہ ارشاد فرمایا گیا ہے اور ان حوادث اور آفات کا ایک خاص سبب بیان کیا گیا ہے اور وہ سبب اس قدر قوی ہے کہ اس کے زہریلے اثرات میں بسا اوقات وہ لوگ بھی گرفتار ہوجاتے ہیں جو ان معاصی میں مبتلا نہیں ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس اُمّت کے آخر زمانہ میں خسف ہوگا (زمین میں آدمیوں اور مکانوں کا دھنس جانا) اور مسخ ہوگا (کہ آدمی کتے اور بندر وغیرہ کی صورتوں میں ہوجائیں گے) اور قذف ہوگا (کہ آسمان سے پتھر برسنے لگیں گے)، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس حالت میں بھی ہلاک ہوسکتے ہیں کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں جب خباثت کی کثرت ہوجائے (اشاعت بروایت ترمذی وغیرہ)

خباثت کی کثرت کے وقت صلحاء کی موجودگی میں بھی عذاب ہوسکتا ہے اور یہ ارشاد تو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے وارد ہوا ہے کہ نیک کاموں کا آپس میں ایک دوسرے کو حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو، ورنہ حق تعالیٰ شانہ تم پر اپنا عذاب مسلط کردیں گے۔ بعض احادیث میں ہے کہ جس جماعت میں کوئی ناجائز بات جاری ہو اور وہ جماعت اس کے روکنے پر قادر ہو اور نہ روکے تو مرنے سے پہلے حق تعالیٰ شانہ اس جماعت کو کسی عذاب میں مبتلا فرمادیں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایک مرتبہ کسی آبادی کے الٹ دینے کا حکم فرمایا، انھوں نے عرض کیا کہ اس آبادی میں فلاں بندہ ایسا ہے جس نے کسی وقت بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ ارشاد ہوا کہ یہ صحیح ہے مگر میری وجہ سے کبھی بھی اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑا۔ مطلب یہ ہے کہ میری نافرمانیاں ہوتے ہوئے دیکھ کر رنج اور غصہ بھی نہیں آیا کہ یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ (مشکوٰۃ، باب الامر بالعروف)

اس قسم اور سیکڑوں احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، جن کا احاطہ دشوار ہے کہ ان میں ناجائز کاموں کو دیکھ کر کم ازکم غصہ اور رنج نہ ہونے پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ یعنی ان کے روکنے پر اگر قدرت نہ ہو تو کم سے کم درجہ ان کو دیکھ کر رنج ہونا ضروری ہے، اب ہم لوگ اپنے حالات کو دونوں قسم کے ارشادات پر جانچ لیں کہ کس قدر معاصی اور گناہوں میں ہر وقت خود مبتلا رہتے ہیں اور سابقہ آیات واحادیث کی بنا پر کتنے حوادث اور عذاب ہم پر مسلط ہونا چاہییں اور اس کے ساتھ ہی اپنے اعمال کو چھوڑ کر اللہ کی کتنی نافرمانیاں ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور پھر کتنا اضطراب اور بے چینی ہم

کو ان کے دیکھنے سے ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں کیا تو ہم لوگوں کی دعائیں قبول ہوں اور کیا ہماری پریشانیاں دور ہوں، یہ تو اللہ کی رحمت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت اور ان کی مقبول دعاؤں کی برکت ہے کہ سب کے سب ہلاک نہیں ہو جاتے۔ ہمارے حالات یہ ہیں کہ ہر معصیت ہمارے یہاں قابلِ فخر ہے اور ہر بددینی ترقی کا راستہ ہے اور ہر کفریات بکنے والا روشن خیال ہے اور اس پر کوئی شخص نکیر کر دے یا کرنا چاہے وہ گردن زدنی ہے، کٹ ملا ہے۔ دنیا کے حالات سے اور ضروریات زمانہ سے بے خبر ہے۔ جاہل ہے، ترقی کا دشمن ہے، ترقی کے راستہ میں روڑے اٹکانے والا ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجا اشب تا بکجا۔ یہ تو کلی ارشادات تھے، اب مثال کے طور پر چند جزئیات کو بھی دیکھتے جاؤ۔

مذہب اسلام میں ایمان کے بعد سب سے اہم درجہ نماز کا ہے۔ بہت سی احادیث میں نماز کے چھوڑنے کو کفر تک پہنچانے والا بتایا ہے۔ اسلام اور کفر کا امتیاز ہی، نماز کو بتایا گیا ہے۔ نماز کے چھوڑنے میں کتنے دینی اور دنیوی نقصانات ہیں، ان کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ فضائل نماز میں ذکر کر چکا ہوں، یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن کتنے مسلمان ہیں جو اس اہم فریضہ کا اہتمام کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ نہ پڑھنے والوں کو ٹوکنے کی بھی کسی کی مجال نہیں ہے کسی غریب مسلمان کو ٹوکا جا سکتا ہے لیکن کسی اعلیٰ طبقہ کے مسلمان کو بھی کہا جا سکتا ہے؟ جن لوگوں کی جیب میں چار پیسے ہیں، یا کوئی معمولی سی حکومت یا ریاست ان کو ملی ہوئی ہے، کسی کی مجال ہے کہ ان کو تنبیہ کر سکے؟ کیا ممکن ہے کہ ان کی عالی بارگاہ تک اس اہم فریضہ کو چھوڑنے پر کوئی نکیر پہنچ سکے۔ کوئی بھی علی الاعلان کہتا ہے کہ نماز کوئی عبادت ہی نہیں، اس کو ٹوکنا در کنا، اس کی مدح سرائی کی جاتی ہے۔ وہ علامہ ہے، مسلمانوں کے درد کا درمان ہے۔ وقت کی ضرورت کو سمجھنے والا ہے۔ اس کے خلاف جو آواز اٹھائے، وہ جاہل ہے۔ دو رکعت کا امام ہے، جو نہ مصلحت وقت کو سمجھتا ہے اور نہ مسلمانوں کی ضرورت سے واقف ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، مگر ان کے اتباع کا دعویٰ کرنے والا شخص کہتا ہے کہ یہ ایک فالتو چیز ہے، اس پر اس کو دقیق نظری، باریک بینی کا تمغہ ملتا ہے۔ یہ واقعات ہوں اور پھر مسلمان اپنے مصائب اور حوادث کی شکایت کریں۔ ایسے حالات میں ہم پر جو بلائیں نازل ہوں، وہ سب اس سے کم ہیں، جس کے ہم اپنے اعمال سے مستحق ہیں اور صرف اللہ کا رحم و کرم ہے، اس کی رحمت و علم کی وسعت ہے کہ ہم صفحۂ ہستی پر موجود ہیں۔

(جاری ہے)

کیا صرف نجیبُ الطرفین ہونا نجات کے لیے کافی ہے؟

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

بلاشبہ سیدنا حضرت علی نجیب الطرفین ہاشمی ہیں اور بلاشبہ حسنین کریمین نجیب الطرفین ہاشمی ہیں مگر کیا ان حضرات کے لاتعداد فضائل گرامی قدر میں یہ فضیلت اصل الأصول کا درجہ رکھتی ہے؟ سیدنا علی کے تین بڑے بھائی سیدنا جعفر، سیدنا عقیل اور سب بھائیوں، بہنوں میں بڑے طالب بھی نجیب الطرفین ہاشمی ہیں۔ ان حضرات کی ایک سگی بہن سیّدہ اُمّ ہانی بھی نجیب الطرفین ہاشمی حسب ونسب رکھتی ہیں۔ سیدنا علی اور اُن کے برادر کبیر سیدنا جعفر سابقون الاوّلون میں سے ہیں اور یہ دونوں حضرات اسی سبقتِ اسلام کی وجہ سے اعلیٰ وافضل ہیں نہ کہ صرف ہاشمی حسب ونسب کی بنا پر۔ سیدنا عقیل اور سیدہ امّ ہانی فتح مکّہ کے دن اسلام لائے اور صحبت رسول کی فضیلت پائی۔ بڑے بھائی طالب جن کے نام سے والد کی کنیت ابوطالب ہوئی حالانکہ اُن کا نام عبدمناف تھا۔ طالب مذکور کو اُس کے نجیب الطرفین ہاشمی ہونے نے کیا فائدہ دیا؟ نبی اور اصحابِ نبی کے مقابلے میں آ کر غزوۂ بدر میں مارا گیا (بحوالہ سیرۃ علیؓ از مولینا محمد نافع)۔ جناب ابوطالب باپ کی طرف سے ہاشمی اور والدہ کی طرف سے مخزومی تھے۔ اِسی طرح نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد مکرم اور تایا زبیر بن عبدالمطلب بھی والد (عبدالمطلب) کی طرف سے ہاشمی اور والدہ کی طرف سے مخزومی تھے۔ مگر بنی ہاشم کا جھنڈا نبی پاک کے انہی تایا کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

عم الرسول سید الشہداء سیدنا حمزہ والد کی طرف سے ہاشمی اور والدہ ہالہ بنت اُہیب بن عبدمناف بن زُہرہ کی طرف سے زُہری تھے۔ سیّد الرسل خاتم المعصومین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والد مکرم کی طرف سے ہاشمی اور والدہ کی طرف سے زُہری تھے تو کیا محمد رسول اللہ خاتم النّبیین ﷺ سے بڑھ کر کوئی فرد بنی آدم نجیب ونفیس ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اب ذرا سابقون الاولون میں سے بھی اُوپر کے دس عشرہ مبشرہ بالجنہ کو لے لیجیے۔ نمبر ایک پر ثانی اثنین افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا ابوبکر صدیق ہیں اور اُن کے قریبی عزیز سیدنا طلحہ بن عبیداللہ ہیں یہ دونوں حضرات قریش کی شاخ بنی تیم میں سے ہیں۔ اور طلحہ کو نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے غزوۂ احد میں بھرپور حفاظت نبوی میں زخمی ہونے پر زندہ شہید کا لقب دیا۔ ان دونوں کا تعلق بنی ہاشم سے نہیں ہے بنی تیم سے ہے۔ خلیفہ رسول ثانی، امیر المومنین عمر فاروق اعظم ہیں کہ جن کے آنے پر اسلام کو عزت مِلی اور نبی اور صحابہ نے حرم کعبہ میں کُھلے عام نوافل ادا کیے۔ مستشرقین کہتے ہیں اگر ایک عمر اور ہوتا تو دنیا میں اسلام کے سوا کوئی مذہب نہ بچتا۔ ان کو دعائے رسول بھی کہا گیا کہ خاتم المعصومین ﷺ نے اُن کے داخلہ

اسلام کے لیے بارگاہِ رَبِّ العلیٰ میں دستِ دعا دراز کیے تھے۔ چوتھے مبشر بالجنۃ انہی فاروق اعظم کے بہنوئی سعید بن زید ہیں انہی سعید کے والد مشہور مُوحّدِ زید بن عمرو بن نُفیل کے مشہور اَشعار قبل از اسلام، قبل از آمدِ رسول بھی زُبان زدِ خاص و عام تھے۔ ملاحظہ کیجیے:

أ رَباً وَاحِدً ا اَم اَلفَ رَبّ   اَدِینُ اِذَا تَقَسمَّتِ الاُ مُوْر

تَرَ کتُ اللاَّ تَ وَالعُزّ یٰ جَمِیعاً   کَذٰ لک یَفعَلُ الرَّجُلُ البَصِیر

بھلا میں ایک ہی ربّ کو مانوں یا ایک ہزار رب کو جب کہ معاملات تو واضح ہو چکے ہیں۔ میں نے لات اور عُزّیٰ جیسے معبودوں کو بلکہ ان جیسے سب (باطل) معبودوں کو چھوڑ دیا ہے اور ایک دانا اور سمجھ دار آدمی ایسے ہی کیا کرتا ہے۔ (لہٰذا اَے دانا اور عقل و بصیرت رکھنے والے لوگو! تم بھی ربِّ واحد کی توحید پر ایمان لے آؤ) زندگی ہی میں جنت کی بشارت پانے والے دس میں سے یہ دونوں حضرات فاروق اعظم اور سعید بن زید بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے نہ کہ بنی ہاشم سے۔

سیدنا علی اور سیدنا عثمان بھی زندگی ہی میں جنت کی بشارت پانے والے دس میں سے دو ہیں سیدنا عثمان ذی النورینؓ اپنی نانی اماں سیدہ ام حکیم البیضاء کی طرف سے ہاشمی اور والد کی طرف سے اُموی (عبشمی) النسب ہیں۔ خاتم الانبیا ﷺ کی دو بیٹیاں سیدہ رقیہ اور سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے اُن کی زوجیت میں آئیں اور وُہ خود نبی وعلی کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے ہوکر نبی وعلی کے بھانجے ہیں۔

سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان کے فضائل اور نبوی اِعلانات بیسیوں حدیثوں میں آئے ہیں اور بلاشبہ سیدنا علی اُس وقت ایمان لائے جب ابھی بالغ بھی نہ ہوئے تھے۔ وہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی نسب ہیں۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کی سیدنا عثمان ذی النورین اور سیدنا علی دونوں کا تعلق قریش کے ایک معزز ومحترم قبیلے بنی عبد مناف کے ساتھ تھا اور عبد شمس اور ہاشم دونوں قریش کے سردار عبد مناف بن کلاب کے بیٹے تھے۔ عبد شمس کے بیٹے اُمیّہ نے اور زیادہ شہرت پائی تو عرف عام میں تمام بنی عبد شمس کو بنی امیّہ کہہ دیا گیا۔ بنی ہاشم نبی پاک ﷺ کی آمد پر زیادہ عظمت پا گئے تاہم بنی عبد شمس / بنی امیہ کی چند شخصیتوں کو چھوڑ کر اُن کے زیادہ لوگ داخل اسلام ہو گئے۔ ابوسفیان بن حرب تمام قریش کے قائد یعنی وزیر دفاع اور وزیر جنگ تھے۔

یہی قیادۃ کا بڑا عہدہ اُن کے داخلہ اسلام میں تاخیر کا سبب بنا ورنہ اُنکی بیٹی اُمّ حبیبہ جو بعد میں نبی مکرم ﷺ کے عقد میں آکر اُمّ المومنین بنیں وُہ اوّلین مسلمانوں میں سے ہیں۔ اور ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں کے شرف سے مشرف ہیں۔ اُن کے والد نے بیٹی کے نبی پاک سے نکاح کی خبر سُنی تو کہا "ہاں محمدؐ میری بیٹی کے کفو ہیں"۔ اور قبل از داخلہ اسلام اُن کا گھر دارِ ابی سفیان جو بیتِ خدیجہ کے عین سامنے تھا، نبی علیہ السلام کی پناہ گاہ تھا کہ جب مکہ کے بدقماش لوگ نبی

پاک کوستاتے تو آنحضورﷺ دارِابی سفیان میں چلے جاتے اورغنڈہ عناصر دارِابی سفیان کے اندر قدم رکھنے کی جرات نہ کرسکتے۔شاید اسی احسان کے بدلے فتح مکہ کے موقع پر دارِابی سفیان کو عمومی پناہ گاہ قرار دیدیا گیا تھا۔اِعلان فرمایا کہ جو کوئی دارِابی سفیان میں داخل ہوجائیگا وہ امن پائیگا۔

بہرحال مذکور موصوف دونوں حضرات عثمان وعلی سلام اللہ رضوانہ علیہما کو آپ بنی عبدمناف کے چشم و چراغ قرار دے لیجیے۔یا ایک کو اُموی،دوسرے کو ہاشمی کہہ لیجیے۔

اَب جن دوخوش نصیبوں کا ذکر ہم کریں گے وُہ دونوں نبی کریمﷺ کے ننھیال یعنی بنی زہرہ میں سے ہیں۔زُہرہ اورقُصَیّ دو بھائی تھے۔قُصَیّ بن کلاب حضرت نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے ددھیالی اور زُہرہ بن کلاب آپ کے ننھیالی اجداد میں سے ہیں۔بعض غیر ثقہ لوگ کہتے ہیں بنی زُہرہ مدینہ کے رہنے والے تھے،یہ بات بالکل غلط ہے اسکی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما مہاجرین مکہ میں سے ہیں انصار مدینہ میں سے نہیں۔ان دونوں حضرات کو نبی نے دُعائیں دیں اور دُنیوی زندگی ہی میں اُن کو جنت کی بشارت سُنا دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کو نبی پاک اپنے ماموں کہا کرتے تھے اور ایک موقع پر فرمایا"اَے سعد! تیر چلا: اِرم یَا سَعد فِداک اُمیّ وَاَبی! اور اصحابِ رسول میں سیدنا عثمان غنی کے بعد سب سے زیادہ مالدار حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تھے جن کی دولت موقع بہ موقع اِسلام کے کام آئی۔

نویں خوش نصیب سیدنا زُبیر بن عوام ہیں جن کا نسب بنی اسد سے ہے حضرت خدیجہ کے بھتیجے ہیں اور والدہ مکرمہ بنی پاک کی پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب ہاشمی کی لائق صدفخر مجاہدہ بیٹی ہیں۔پہلے یہ بنی امیہ کی بہو بنیں،خاوند حارث بن حرب بن اُمیہ کے فوت ہوجانے پر اُن کا نکاح قریش کی ایک اور معزز شاخ بنی اسد میں کر دیا گیا۔سیدہ صفیہؓ کو اپنے بھائی،نبی پاک کے تایا زُبیر بن عبدالمطلب سے بیحد محبت تھی۔جب اللہ نے بیٹا دیا تو اُس کا نام اپنے اس عظیم بھائی قائد بنی ہاشم کے نام پر زُبیر رکھ دیا۔نبی پاک کے یہی پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام ہیں کہ مدینہ میں پہنچنے والے مہاجرین میں سب سے پہلے اُن کے گھر فرزندار جمند عبداللہ پیدا ہوئے جن کی والدہ سیدہ اَسماء بنت صدیق اکبر ہیں۔تو یہ جوزبیر بن عوام بن خویلد بن اسد ہیں،بلاشبہ ان کی والدہ بنی ہاشم کی نورنظر ہیں مگر زُبیر بن عوام اسدی نسب ہیں۔

دسویں فرد فرید لسان نبوت سے جنت کی ضمانت پانے والے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح حارثی فہری ہیں یعنی فہر (جن کا لقب قریش ہوا) کے بیٹے حارث کی اولاد میں سے ہیں۔عشرہ مبشرہ میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے سب سے بعید تر نَسَب ان کا ہے۔ان کا تعلق نہ بنی ہاشم سے،نہ بنی عبدمناف سے،نہ بنی تَیم سے،نہ بنی عَدی سے،نہ بنی زُہرہ سے اور نہ بنی اسد سے ہے۔قبیلہ قریش کے جدِ امجد جناب فہر سے ان کا نسبی تعلق ہے مگر اپنے خلوص،سبقت اسلام اور قربانی اور

عظمت کی بنا پر عشرہ مبشرہ کی عظیم صف میں جگہ پا گئے۔ اسلام کے اس عظیم جرنیل کی اوّل قربانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ غزوہ بدر میں نبی کے مقابل آنے والے اپنے باپ کو بھی برداشت نہیں کیا۔ اُسے کافر اور دشمن رسول سمجھ کر تہ تیغ کر دیا۔ پھر اپنے باپ کو اپنے نسب میں نام لینا گوارا نہ کیا۔ ابوعبیدہ بن الجراح کہلانا پسند کیا حالانکہ الجراح اُن کے دادا کا نام ہے۔ نبی پاک نے ان کو امین الامت کا لقب دیا۔ صدیق و فاروق کے عہد خلافت میں رُوم وشام کے بڑے علاقوں کو حدودِ اسلام میں شامل کیا۔ سیف اسلام، سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اِن کی ماتحتی میں عام مجاہد کی طرح شامل جہاد رہے۔

ان جنت کی بشارت پانیوالوں میں سوائے حضرت سیدنا علی کے کوئی بھی ہاشمی نہیں جبکہ خود ابولہب ہاشمی ہونے کے باوجود اور ولادت باسعادت نبوی پر خوشیاں منانے کے باوجود، قرآنی اعلان کے مطابق فی النّار وَالسّقر ہوا۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے فوت ہوئے تو اعدائے اسلام نے شور مچا دیا کہ محمد (علیہ السلام) کا خاندان ختم ہو گیا۔ عرش والے ربّ نے جواب دیا، ہماری مصلحتوں کو تم کیا جانو۔ نبوت ختم ہونے کے بعد نبی علیہ السلام کے بیٹے عام حیثیت کے ہوتے، یہ ہمیں گوارا نہیں تھا۔ اور اولاد سے مقصود نام ونسب ہوتا ہے میرے نبی کے نام لیوا اُن کی روحانی اولاد ساری اُمتوں سے زیادہ ہوگی۔ ہم نے اپنے نبی کو خیر کثیر اور امت عظیمہ کثیرہ سے نواز دیا ہے۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا مَاکَانَ مُحمدٌ اَبَا اَحدٍ مِن رِجالِکُمْ تمہارے مردوں میں سے کسی مرد کے محمد علیہ السلام باپ نہیں ہیں۔ خادم رسول زید پہلے ابن محمد کہلاتے تھے۔ اب حکم ہوا اُدعُوھُم لِاٰبَائِھِم لوگوں کو اُن کے باپوں، اُن کے خاندانوں کی نسبت سے پکارا کرو۔ یہی اللہ کے ہاں انصاف کی بات ہے۔

خاندانی فخر وغرور کو علامہ اقبال نے یکے از بُتانِ عجم قرار دیا ہے اور سیّد الرسل خاتم المعصومین ﷺ نے اس حقیقت کا اظہار یُوں فرمایا کہ لَا فضلَ لِعَربِیٍ علیٰ عَجمَیّ وَلَا لِعجمِیّ علیٰ عَربِیّ اِلَّا بِالتّقوٰی اور فرمایا کُلکّم لِا دَم وَآدمُ مِن تُرابٍ اور فرمایا اِنَّ اکرمکُم عِند اللّٰہ اتقا کُمُ او کما قال علیہ السلام کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے ہاں مگر تقویٰ ہو تو ہے۔ اور یہ کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے اور فرمایا بلاشبہ تم میں زیادہ عزت دار وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔ یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ اسلام میں شخصیت پرستی اور خاندان پرستی کا وجود نہیں۔۔ بقول سید نورالحسن بخاری سرپرست تنظیم اہل سنت پاکستان "حمزہ، علی اور حسنین کریمین اور جعفر وعقیل کی فضیلت بنی ہاشم ہونے میں نہیں، صحابی رسول ہونے میں ہے، ورنہ ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ سرداران قریش، سیادت وشرافت میں کچھ کم نہ تھے۔ (مفہوم تقریر جلسہ بمقام مسجد سیدنا امیر معاویہ نواں شہر شورکوٹ شہر)۔

پیارے آقا کے پیارے پھول

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا بابرکت تذکرہ

مولانا محمد یوسف شیخوپوری

شب و روز کے مشاہدات میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ والدین اور آباء و اجداد کے بدنی خصائص اور آثار ان کی اولادوں میں نمایاں ہوتے ہیں۔ باپ دادا اور نانا کی جسمانی مشابہتیں ان کی حقیقی اولاد میں اور اولاد کی اولاد میں نظر آنا لیل و نہار کے تجربات اور مشاہدات سے ثابت ہیں اور اس بات پر بھی پوری اُمّتِ مسلمہ متفق ہے کہ حسن و جمال کے تمام اعلیٰ مراتب رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔

حدیثِ اُمّ معبد میں حضرت اُمّ معبد رضی اللہ عنہا نے جو آپ کے حسنِ بے مثال کا نقشہ کھینچا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، جس کا ہر ہر لفظ اپنے اندر بے شمار تفصیل سموئے ہوئے فصاحت و بلاغت سے مزیّن ہے۔ اس میں دو لفظ ہیں ''وسیم، قسیم''، دونوں کا معنیٰ اعلیٰ درجہ کا حسن ہے۔ مگر اہلِ لغت نے نقل کیا ہے کہ وسیم اس خوبصورت کو کہتے ہیں جس کو جتنی مرتبہ دیکھا جائے ہر بار، ہر مرتبہ پہلے سے زیادہ خوبصورت معلوم ہو اور قسیم اس خوبصورت کو کہتے ہیں جسے جس جہت سے، جس پہلو اور جس عضو سے دیکھا، ہر ہر عضو اور ہر ہر پہلو دوسرے سے نمایاں خوبصورتی لیے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ساری رعنائیاں اور خوبصورت مناظر آپ میں جمع فرما دیے تھے، اس خوبصورتی کی جھلک آپ کی اولاد میں نمایاں نظر آتی تھی۔ یہاں اختصار کے ساتھ صرف دو شخصیات کا ذکر عرض کرنا ہے۔ دونوں آپ کے نواسے، آپ کے کندھوں پر سوار ہونے والے، انگلی تھام کر ساتھ ساتھ چلنے والے، زبانِ نبوّت چوسنے والے، دونوں خوشبوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مہکنے والے خوش منظر پھول تھے۔ اسی مذکورہ تجربہ سے ثابت ہونے والے اصول کے مطابق دونوں میں اپنے نانا جان کی بدنی مشابہت تھی۔ یہ بدنی و جسمانی مشابہت اُمت میں کسی اور فرد کو حاصل نہ تھی جو ان دو کو حاصل تھی۔

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے ان دونوں شہزادوں، حضرت حسن بن علی المرتضی اور حضرت حسین بن علی المرتضی رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کسی اور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہیں دیکھا: ''عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال لم یکن احد اشبہ بالنبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم من الحسن بن علی رضی اللّٰہ عنہ و قال فی الحسین ایضا کان اشبھھم برسول اللّٰہ (مشکوۃ)

خود سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا اپنے جگر گوشہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو پیار کرتے ہوئے اچھالتیں اور یہ فرمایا کرتیں ''بابی شبہ النبی لیس شبیھا بعلی'' (مسند احمد)

یہ تو نفس مشابہت کا ثبوت ہے، ذرا خود حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے سنیے، آپ نے ذرا تفصیل سے وضاحت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میرا بڑا بیٹا حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فوقانی حصہ یعنی صدر سے سر تک سے مشابہ تھا اور میرا بیٹا حسین تحتانی یعنی صدر سے لے کر قدموں تک زیادہ مشابہ تھے: ''عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال الحسن اشبہ برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما بین الصدر الی الرأس والحسین اشبہ بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما کان اسفل من ذلک ، رواہ الترمذی (مشکوٰۃ، باب: مناقب اھل بیت)

یقیناً یقیناً نانا جان کی طرح نواسوں میں خوبصورتی بے مثال ہوگی، ان کے چہروں میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن چھلکتا تھا۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم حضرت حسن مجتبٰی رضی اللہ عنہ میں زیادہ مشابہت اوپر والے حصہ میں تھی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں نیچے والے حصہ میں تھی۔

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے (یقیناً نمازیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھتے تھے، اب بھی نماز پڑھ کر امام اور مقتدی دونوں اکٹھے نکلتے ہیں) اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چوما اور اپنے کندھے پر سوار کر لیا اور فرمانے لگے یہ فرزند تو علی رضی اللہ عنہ کا ہے لیکن اس کی شکل وصورت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے۔ ''عن عقبۃ بن حارث قال رأیت ابابکر رضی اللّٰہ عنہ حمل الحسن وھو یقول بابی شبیہ بالنبی لیس شبیہ بعلی و علی یضحک. (بخاری مناقب الحسن والحسین)

بدنی مشابہت کی تاثیر:

اس مشابہت کی تاثیر کس حد تک تھی؟ چند ایک جھلکیاں مستحضر فرمائیں۔ اوپر والے بدن میں سب سے نمایاں حصہ چہرہ اور دل ہوتا ہے اور ان کی ترجمان زبان ہوتی ہے اور زبان کا سب سے عمدہ وصف، سب سے اعلیٰ وصف، حسنِ اخلاق ہے اور حسنِ اخلاق کی سب سے نمایاں اور واضح نظیر 'صلح جوئی' کی خصلت ہے گویا کہ اوپر والے بدن کا خلاصہ زبان بنتی ہے اور زبان کا جید اور عمدہ ہونا اس کا حسنِ اخلاق سے متصف ہونا، اس کے صلح جو ہونے سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں تاثیر:

نانا محترم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت تو اتم بدرجہ موجود تھی، آپ نے فطرت انسانی کی رات اپنے حسن اخلاق کے نور سے چمکائی، آپ نے ہمیشہ شکستہ دلوں کو سہارا دیا، آپ نے جبر محکومی کی زنجیریں توڑیں، ہمیشہ صلح جوئی کو پسند فرمایا، صلح کی ترغیب دی۔ ''صِلْ مَنْ قَطَعَکَ '' کا درس دیا، ہمیشہ جوڑ کی دعوت دی، مواخات اور بھائی چارہ کی مثالیں قائم کیں۔ یہ بدنی مشابہت کی تاثیر حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں ظاہر ہوئی۔ ابھی بچپن کی بات تھی جب آپ صلی

اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو مبارک میں بیٹھے ہوئے تے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف نظر فرماتے تھے، اسی دوران فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہے، مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کروائے گا۔'' عن ابی بکرۃ قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی المنبر والحسن بن علی الی جنبہ وھو یقبل علی الناس مرۃ وعلیہ اخریٰ ویقول ان ابنی ھذا سید ولعل اللّٰہ ان یُصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین، رواہ البخاری. (مشکوٰۃ، باب: مناقب اھل بیت)

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زمانے میں صفین کے موقع پر سنہ ۴۰ ہجری کو مراسلت و کتابت کے سلسلہ سے جنگ بندی ہوگئی اور مصالحت گئی اور کشیدگی ختم ہو کر حالات قیامِ امن کی صورت اختیار کر گئے، مگر دشمنانِ اسلام کو کسی صورت میں گوارا نہ تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یہ آپس میں لڑتے نہیں، اب پھر سے ایک دوسرے کے قریب ہونے لگے ہیں، اسلام کے شیرازے کو بکھیرنے کے لیے تو ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، پھر سازشیں کیں، یہاں تک نوبت پہنچائی، اب پھر یہ اکٹھے ہو رہے ہیں، لہٰذا ایک خاص منصوبے کے تحت حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم پر حملہ کروایا اور اسلام سے اپنے بغض وعداوت کا پورا ثبوت دیا۔ اس پروگرام میں جو لوگ ان دشمنانِ اسلام (یہود، مجوس اور ابن سبا کا ٹولہ) کے کام آئے، وہ خوارج تھے، چنانچہ حرم کعبہ میں تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر جمع ہوئے اور قتل کے منصوبے کو پورا کرنے کے لیے اپنی جانوں کو فدا کرنے کا پختہ عہد کیا اور متعینہ تاریخ (۱۷؍ رمضان المبارک، ۴۰ھ) کو اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر ان تینوں شخصیات پر قاتلانہ حملے کیے۔ ۱۷؍ رمضان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور ۳ دن بعد ۲۱؍ رمضان کو آپ شہید ہو گئے۔

آپ کے بعد مسند خلافت پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور بہت تھوڑے عرصے تک حالات حسب معمول پرسکون رہے، مگر چند ماہ بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بعض امراء اور اہلِ لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ کو اہلِ شام کے قتال پر آمادہ کیا، اگرچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ذاتی طور پر قتال بین المسلمین کو پسند نہیں فرماتے تھے مگر حالات کے تقاضوں سے مجبور ہو کر ملک شام کے خلاف اقدام کرنے کے مدائن کے عسکری مستقر میں تشریف لائے اور اہلِ عرب کے سربرآوردہ لوگوں سے فرمایا:

''تم لوگوں نے ہمارے ساتھ اس شرط پر بیعت کی ہے کہ جس کے ساتھ میں صلح کروں گا، تم بھی کرو گے اور جس کے ساتھ میں قتال کروں گا، تم بھی کرو گے، حالات کے پیشِ نظر میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کا ارادہ کر لیا ہے، پس تمھیں بھی اس کی اطاعت کرنا ہوگی''۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اس ارادے کی اطلاع اہلِ عراق اور آپ کی جماعت کے دیگر افراد کو ہوئی تو ان میں قسم قسم کا انتشار وافتراق اور روگردانی کے آثار پیدا ہو گئے، جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ اپنے لشکریوں سے رنجیدہ خاطر

ہوئے، حتیٰ کہ بعض برگشتہ افراد نے آپ کو ایذاء و تکالیف پہنچائیں۔ خود روافض کی کتب میں موجود ہے، یزید بن وہب الجہنی کہتا ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نیزوں سے زخمی کیا گیا، آپ تکلیف کی حالت میں تھے، میں آپ کے پاس پہنچا، صلح کے متعلق آپ کی رائے معلوم کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا:

''**واللّٰہ معاویۃ خیر لی من ھؤلاءِ یزعمون انھم لی شیعہ ابتغوا قتلی و انتھبوا ثقلی واخذوا مالی**'' (احتجاج، بحارالانوار)

اللہ کی قسم میرے لیے ان لوگوں سے جو میرے شیعہ یعنی میرا گروہ ہونے کے دعوے دار ہیں، حضرت معاویہ کہیں بہتر ہیں، انھوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا، میرے اموال لوٹ لیے۔

الغرض طرح طرح سے ان عراقیوں نے آپ کو ستایا، مصلّیٰ چھین لیا۔ امام بخاریؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت نقل کی ہے، کتاب الصلح میں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنو عبدالشمس کے دو افراد عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو صلح کرنے کے لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تمام ضروریات و تقاضوں کی ادائیگی کی یقین دہانی کروا کر صلح پر آمادکیا اور کچھ شرائط طے کیں۔ جن میں ایک شرط یہ بھی تھی ''**ان یعمل فیھم بکتاب اللّٰہ تعالٰی وسنۃ رسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و سیرۃ الخلفاء الراشدین الصالحین.** (کشف الغمہ)

چنانچہ دونوں جماعتوں کے افراد الانبار کے نزدیک ارض السواد کے مسکن میں جمع ہوئے، ربیع الثانی کے آخر میں ۴۱ھ کو ملت اسلامیہ کی منفعت کے لیے باہم صلح ہوئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''**قُمْ یا حسین فبایِعْہُ فانَّہٗ اِمَامِیْ**'' (اے حسین! اٹھیے اور ان کی (حضرت معاویہ کی) بیعت کیجیے، کہ اب یہ میرے امیر اور امام ہیں)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی بیعت کی اور تمام مسلمانوں نے بیعت کی اور ایک امام اور خلیفہ پر اہل اسلام کے مجتمع ہونے کی وجہ سے اس سال کو عام الجماعت کا نام دیا گیا اور مسلمانوں کی اجتماعی قوت جو منتشر ہو چکی تھی، پھر مجتمع ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی مشابہت کی تاثیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی آج لفظ بلفظ پوری ہوئی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں تاثیر:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تحتانی (نیچے والا حصہ) حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا، اس کی تاثیر کیا تھی؟ نیچے والے اعضاء بدنی میں اہم حصہ پاؤں کا ہے اور پاؤں کا کمال استقامت ہے، پائے استقلال میں لغزش کا نہ آنا ہے۔ جیسا کہ یہ صفت بدرجہ اتم نانا جان میں تھی کہ جب مکی زندگی میں آپ کی بے مثال دعوتِ توحید کو برداشت نہ کرتے ہوئے، مشرکین مکہ کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے پاس آیا اور درخواست کی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مشن و کاز میں کچھ تبدیلی پیدا کرنے پر مجبور کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آسمان کے چاند اور سورج کو توڑ کر میرے ہاتھوں کا کھلونا بھی بنا دیں، تب بھی میں اپنی دعوت میں لچک پیدا نہیں کر سکتا۔

امت پہ نازک وقت

سید عبدالمنان شاہد رحمہ اللہ

جنون عشق محمد کمال دانائی گدائی درِ شاہِ امم ہے دارائی
رہے مقامِ ثنا خوانیِ شہِ بطحا کہ میرے دل میں تجلّی کی برق لہرائی
زبانِ ذرہ کہاں، مدح آفتاب کہاں یہ انتساب ہے اک طرفہ عزت افزائی
حضور! آپ کے ہونٹوں کی ایک جنبش سے ملی ہے خاک کے ذروں کو تابِ گویائی
حضور! آپ کے انوار کے مظاہر ہیں یہ مہرو مہ، یہ ستارے، یہ چرخ مینائی
حضور! آپ کے انفاسِ قدس کے دم سے چمن میں حُسنِ بہاراں گلوں میں رعنائی
حضور! آپ کے فیضِ نگہ نے توڑ دیا طلسمِ سطوتِ قصر، فسونِ کسرائی
ادھر ہے آپ کے اصحابِ پاک کی توہین اُدھر ہے اہلِ تعقل کی باد پیمائی
جہاں پہ ظلمتِ باطل مُحیط ہے ہر سُو نظامِ جبر کی ہر جا ہے کارفرمائی
ہیں ان کے واسطے دارورسن کی تعذیریں جنھوں نے عشقِ پیمبر کی روشنی پائی
حضور! امتِ عاصی پہ اک نگاہِ کرم حضور! ملتِ بیضا کی چارہ فرمائی
حضور! آپ کی امت پہ وقت نازک ہے
ہر ایک سمت ہے فتنوں کی حشر آرائی

یہی صفت (پائے ثبات میں لغزش کا نہ آنا) حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں منتقل ہوئی۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اہلِ کوفہ نے ہزاروں خطوط لکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو مدعو کیا، پھر خود ہی غداری کر گئے اور حضرت حسین رضی اللہ اور آپ کے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ کر ابن زیاد کے ساتھ مل گئے۔ اس سفر میں آپ رضی اللہ عنہ کا جب کربلا کے میدان میں ابن زیاد کی طرف سے آنے والے قافلے سے آمنا سامنا ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کی بے وفائی اور غداری کو دیکھ کر تین پیشکشیں کی۔ یا تو اسلامی سرحد کی طرف جانے دو، یا مدینہ واپس جانے دیا جائے، یا میں بالمشافہ یزید سے مل لیتا ہوں اور ہم باہم معاملات حل کرلیں گے اور آپس مصالحت ہو جائے گی۔ لیکن اس پر ابن زیاد اور کوئی آمادہ نہ ہوئے۔ کہنے لگے، آپ اپنا ہاتھ ابن زیاد کے ہاتھ میں دے دیں۔ تب آپ مقام غیرت میں آ گئے اور کسی بُرے آدمی کے ہاتھوں میں ہاتھ دینا غیرتِ ایمانی کے خلاف سمجھا اور برستے ہوئے تیروں اور چلتی ہوئی تیز تلواروں کے سائے میں بھی اپنے ثبات و قیام میں ذرا تبدیلی نہ آنے دی۔ خود بھی کٹ گئے اور خاندان کے ۲۷ کے قریب افراد بھی شہید ہو گئے مگر آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی بلکہ جامِ شہادت نوش کر کے زبان حال سے اپنے جدِّ مکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت کا کیا ہی خوب اظہار فرما دیا۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے کے لیے داعیانِ الی اللہ کی تیاری

تیسرا سالانہ 15 روزہ

دورہ تربیت المبلغین

مقام: دار المبلغین، مرکزی دفتر مجلس احرار اسلام پاکستان، 69/C حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

زیر سرپرستی

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

13 تا 26 اپریل 2019/ 7 تا 20 شعبان 1440

فضلاء درس نظامی کے لیے

شاندار موقع

شرائط داخلہ

(۱) سکول و کالجز کے طلباء کے لیے تعلیم کم از کم میٹرک

(۲) مدارس کے طلباء کے لیے درس نظامی یا حفظ قرآن مع لکھنا پڑھنا جانتا ہو

(۳) اصل قومی شناختی کارڈ اور اس کی فوٹو کاپی ہمراہ لائیں

جید علماء کرام، مذہبی سکالرز اور سابق قادیانی ماہرین کی ٹیم جدید ترین سمعی بصری ذرائع ابلاغ کے ساتھ داعیان کی تیاری کروائیں گے

منجانب: شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان | برائے رابطہ ڈاکٹر محمد آصف: 0300-9522878

نعت

عمیر نجمی

میں ان کی وجہ سے ہوں درج ذیل تین کے ساتھ
خدا کے ساتھ، صحیفے کے ساتھ، دین کے ساتھ

یہی بہت ہے، زیارت ہو ان کی آنکھوں کی
مجھے بٹھاؤ مدینے کے زائرین کے ساتھ

امانتوں کے تحفظ کی رسم کے ہیں امیں
ہمارا ربطِ مسلسل ہے اک امین کے ساتھ

وہ بادشاہ، غلاموں میں ایسے رہتا تھا
افق پہ جیسے جڑا ہے فلک، زمین کے ساتھ

یہی نہیں کہ اتارا تھا صرف حسنِ تمام
خدا نے عشق اتارا تھا اس حَسین کے ساتھ

سوال: کتنے برس تک زمیں تھی رشکِ فلک؟
جواب: صرف تریسٹھ برس، یقین کے ساتھ!

موبائل: 0302-8630028
فون: 061-4552446
قائم شدہ 1968ء
سلیم اینڈ کمپنی
ہمارے ہاں ہمہ قسم الیکٹرونکس، اے سی، فریزر، ایل سی ڈی، ایل ای ڈی وغیرہ
خاص طور سے دفتری اور تعلیمی فرنیچر، گیس اور کچن کے آلات وغیرہ بازار سے بارعایت خریدیں
E-mail: wajidali980@hotmail.com
saleemco1@gmail.com
بہار چوک، معصوم شاہ روڈ، ملتان

میرا افسانہ

قسط:۵

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

ایک دن گاؤں کا ایک سکھ لیکچر سن گیا اور مجھے اپنے گاؤں آنے کی دعوت دے گیا۔ دوسرے دن ان کے گاؤں گیا، سکھوں میں عجب زندگی دیکھی۔ ہر طرف لوگ دوڑے بھاگے پھرنے لگے کہ جس نے تھانے داری چھوڑی تھی، وہ آ گیا ہے۔ آدھ گھنٹہ کے اندر اندر تمام سکھ مرد وزن جمع ہو گئے۔ گاؤں کے مسلمان ہاتھوں میں حقے لیے اردگرد کی مردانہ حویلیوں کی آدم قد چار دیواری سے اونٹ کی طرح گردن اٹھا کر دیکھنے لگے۔ میں نے تقریر شروع کی، مجھے یوں معلوم ہوا کہ سامعین کے جسم میں جوش کی لہر دوڑ رہی ہے۔ تقریر ختم کی تو سب نے واہ جی واہ کہی اور دور تک چھوڑنے آئے۔ اس روز سے کوئی دن ایسا نہ تھا جب سکھوں کے گاؤں سے لیکچر کا بلاوا نہ آتا تھا۔ مجھے سکھوں کی سیاسی استعداد پر تعجب ہوا اور مسلمانوں کی بے حسی کو دیکھ کر طبیعت پریشان ہوئی۔ ایسی بے حس اکثریت ملک کے فوری مقاصد کے لیے تباہ کن ہے، اس لیے میں نے ساری توجہ مسلمانوں کی طرف دی۔ اس کے بعد گڑھ شنکر سے آبادی میں دوسرے درجہ پر ایک گاؤں ہے۔ وہاں تقریر کرنے کے لیے چل دیا، وہاں بھی میں گورنمنٹ کا باغی قرار دیا گیا، بڑا مایوس لوٹا۔ پھر خدا نے ایک ساتھی ملا دیا۔ یہ شخص اپنی انتہائی سادگی کے باعث ایک زن بازاری پر اپنی متاع قربان کر چکا تھا اور تنگ دستی کے باعث عشق سے مستعفی ہو گیا تھا۔ دو دیوانوں کی خوب گزرنے لگی، بعض متدین لوگوں نے اس کی ہمراہی پر اعتراض کیا۔ میں نے کہا نیک لوگ نیکی کے کام میں شرکت نہ کریں تو ایسے لوگوں کی شمولیت کیوں نہ غنیمت سمجھوں۔ جیسا نکما میں گرو ہوں، ویسا مجھے چیلا مل گیا۔ جب آپ جیسے نیک لوگ خدمتِ خلق کے عزم سے اٹھیں گے تو ہم جیسے لوگ اصلاح کر لیں گے یا میدان چھوڑ جائیں گے۔

گڑھ شنکر سے دس میل کے فاصلہ پر ایک اور مسلمانوں کے گاؤں میں گئے۔ میرے نام کی شہرت وہاں پہنچی ہوئی تھی، جو ملا اس نے عزت کی اور سب نے مشورہ دیا کہ مسجد خدا کا گھر ہے، وہاں آپ چل کر نماز ادا کریں۔ ہم کھانا بھی وہیں پہنچاتے ہیں اور لوگ بھی جمع کر کے لاتے ہیں۔ میں اور میرا یہ ہمراہی، دونوں نے مسجد میں ڈیرا لگایا۔ یہ مسجد شہر سے باہر تھی، ہم متعجب تھے کہ شہر کے باہر اس اجڑی مسجد میں جلسہ کا انتظام لوگوں نے کیوں پسند کیا۔ نمازِ عشاء پڑھ کر گاؤں کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ مشرق کے روایتی عاشق کی طرح لوگوں کے انتظار میں قیامت کر کے گھڑیاں کاٹنے لگے۔ بھوک نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد دلانا شروع کی مگر نہ کوئی کھانا لایا اور نہ خود ہی آیا۔ رات بارہ بجے عقل نے عقدہ کشائی کی کہ لوگوں نے اپنے مکان پر ٹھیرانے کی ذمہ داری سے بچنے کے لیے ناگہانی آفت کو خدا کے گھر کی راہنمائی کی تھی۔ اب ہم صبر کا گھونٹ پی کر اٹھے اور گھر کا راستہ لیا۔ ساری راہ ساتھی اصرار کرتا رہا کہ مجھے بھی تقریر کا موقع دو۔ میں نے کہا اس میں تکلف کیا ہے، صبح محرم کی دسویں ہے، کربلا میں صف بچھا کر بیٹھ جایں گے۔ جو دو چار راہ گیر ہتھے چڑھ جائیں، انھیں لیکچر سنا دینا۔ چنانچہ ہم بھی دوسرے روز تعزیہ داروں کے پاس ہی اڈا جما کر بیٹھ گئے۔ خالی صف دیکھ کر دس بیس تھکے ہوئے آدمی آ بیٹھے۔ میں نے اشارہ کیا کہ اس موقع کو غنیمت جانو۔ بس اٹھ کر تقریر شروع کر دو۔ وہ جھٹ کھڑا ہو گیا اور پکار کر کہا:

بھائیو! سنو! کچھ اور لوگ متوجہ ہوگئے۔ پھر بولا، بھائیو! سنو! اور دیہاتی بھی کھڑے ہوگئے کہ شاید مداری ہے، تماشا کرے گا۔ پھر اس نے کہا، بھائیو! سنو۔ میں نے جھنجھلا کر کہا۔ کچھ آگے بھی بکو۔ اس نے پھر کہا، بھائیو! سنو! میں نے اس کی طرف تعجب سے دیکھا، وہ اس مختصر سے مجمع کے رعب سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ کچھ سوچتا تھا مگر کہہ نہ سکتا تھا۔ اب معاملہ سمجھ کر میں نے دل بڑھایا کہ شاباش شروع کرو، اس نے تھوڑی دیر حواس درست کر کے کہا:

بھائیو! امام حسین کربلا کے میدان میں لیٹے ہوئے تھے، وہ یہ کہہ کر پھر خاموش ہوگیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا، اس نے مجھے مخاطب کیا اور کہا: ’’پھر اودھی چھاتی تے کون چڑھیا ہویا سی اوئے‘‘ (اے اس کی چھاتی پر کون چڑھا ہوا تھا)

میرے منہ سے نکلا، شمر۔ اس نے کہا ’’ہاں ہاں شمر‘‘۔ ایسا آنے بھائیو۔ اس کی چھاتی پر سوار تھا۔ مقرر کا رنگ زرد تھا۔ اپنی طرف سے دریا بہانے کی سعی کرتا تھا۔ لیکن ’ایسا کر کے بھائیو‘ سے زیادہ جو اس کا تکیہ کلام تھا۔ کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ آخر اس نے پلٹ کر کہا: ’’لے بھئی افضلا، میرا زور لگ چکا، اب تو اٹھ‘‘۔

مجمع نے بے ساختہ قہقہہ لگایا، جس کو سن کر لوگوں کا اور ہجوم ارد گرد جمع ہوگیا۔ ساتھی تو زور آزمائی کر کے شرمندہ سا ہو کر بیٹھ گیا۔ میری موقع شناس عقل نے کہا کہ ایسا مجمع کہاں سے لائے گا۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا، سب کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ وہ لوگ غالباً اس امید پر بیٹھ گئے کہ میں پہلے مقرر سے بہتر دل لگی کا سامنا بہم پہنچاؤں گا، سب انسپکٹر پولیس اور تحصیلدار جو میلہ میں پھرتے تھے، زیادہ مجمع دیکھ کر ادھر آ گئے۔ میں نے تقریر شروع کر دی، واقعات کو درد انگیزی لفظوں میں دہرایا۔ یہ واقعہ جذبات کی دنیا میں تلاطم پیدا کر دیتا ہے۔ لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے، تحصیلدار اور تھانیدار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

طبیعت نے کہا کہ لوگوں کے دل سے حکام کا خوف دور کرنے کا یہ بہترین موقع ہے، اس لیے میں نے تقریر کا پہلو بدل کر کہا کہ جس طرح ظالموں نے امام مظلوم کو شہید کیا، اس طرح حکومت کے موجودہ وزرا نیکی کو ذبح کر رہے ہیں۔ اس مختصر کلام کو میں نے بہت طول دیا، طبیعت روانی پر تھی، لفظ دماغ سے چھن چھن کر آتے تھے، مجمع مسحور تھا۔ لوگوں کو ڈر تھا کہ میں ابھی باندھ لیا جاؤں گا، میں نے جلسہ برخاست کرا دیا تھا، حوالدار، تحصیلدار کھسیانے سے ہو کر چلے گئے اور لوگوں نے میری جرأت کی داد دی۔ جرأت کی داد سے انسان خود ہی جری ہو جاتا ہے۔ مجھے امید ہوگئی کہ اب میری بات سنی جایا کرے گی۔ اس تقریر نے نہ صرف لوگوں پر جادو کیا بلکہ میری حوصلہ مندی کی ڈھاک بٹھا دی۔ بہادری وہ جوہر ہے جس کا اقرار دشمن کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ ہر کہ ومہ کی زبان پر یہ فقرہ جاری ہوگیا کہ آدمی نڈر ہے۔ غلام ملک میں یہ خصوصیت پیدا کرنا ہی آزادی حاصل کرنا ہے۔ ڈرپوک لوگ ہی غلام رہ سکتے ہیں۔ خوف و ہراس کا علاج بھی جرأت کا کارنامہ اور رجز خوانی ہے۔ ایک جرأت دلانے اور ابھارنے والا فقرہ کام کر جاتا ہے۔ فوج کے اکھڑے ہوئے قدم جم جاتے ہیں۔ قوموں کی قسمت پلٹ جاتی ہے اور ملکوں کی تاریخ تبدیل ہو جاتی ہے۔

ان دنوں تھانیدار اور تحصیل دار، دیہاتی علاقہ کے مسولینی اور ہٹلر تھے۔ ان کی سامنے میری بے باک تقریر پر پرواز پیدا کر کے گھر گھر پہنچی اور میں آہستہ آہستہ لوگوں کی عزت کا مرکز بننے لگا۔ باوجودیکہ خالص اسلامی نکتہ نگاہ پیش کرتا تھا، تاہم ہندوؤں اور سکھوں نے زیادہ اثر قبول کیا اور مسلمان خائف اور لرزاں رہے۔ اتنا ضرور ہوا کہ ان کا بھی کچھ نہ کچھ مجھ سے قلبی تعلق پیدا ہو گیا۔ حکام ضلع میرے بڑھتے ہوئے اثر رسوخ سے خائف ہونے لگے۔ گڑھ شنکر حکام کے نزدیک ایجی ٹیشن کا بدترین مرکز بن گیا۔ خود کمشنر حالات کا جائزہ لینے آیا اور مجھے ملاقات کے لیے بلایا۔ میں نے کہلا بھیجا کہ بغیر وارنٹ کے کسی افسر کی ملاقات منظور نہیں کر سکتا۔ پیغامبر میرے گاؤں کے تین ذیلدار تھے۔ کمشنر بلائے اور کوئی نہ جائے، یہاں کے نزدیک ناممکن الفہم بات تھی۔

کمشنر نے ذیلداروں سے کہا،تم اس کے عزیز ہو۔اپنا اثر ورسوخ استعمال کرو۔ میں نے جواب دیا کہ آپ کی خاطر کمشنر کے ساتھ اپنے مکان پر ملاقات منظور کرتا ہوں،اس زمانے میں کمشنر تکبر کا مجسمہ تھے۔انھیں یہ بات کب گوارا تھی،ملاقات نہ ہوسکی اور وہ چلے گئے۔ان کا ملاقات سے محروم جانا میری گرفتاری کا پیش خیمہ تھا۔اس حقیقت کو لوگوں سے زیادہ میں خود سمجھتا تھا۔

اس زمانہ میں مسلمانوں پر سب سے زیادہ صوفیا کا اثر تھا۔ میں اپنے علاقہ کے گدی نشینوں کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اسلام مظلوم ہوگیا ہے۔مظلوم کی دم قدم سے مدد آپ پر لازمی ہے۔اوّل تو میری حاضری سے انگریز کے خوف کے باعث کسی پر سکرات کا عالم اور کسی پر حبس دم کی کیفیت طاری ہوگئی۔کسی کی زبان جاری ہوئی،قلب کی حرکت بند ہوگئی۔ بڑی بد دلی سے کہا کہ ہم دعا گو ہیں۔آپ کے لیے دعا کریں گے، میں نے ہزار عرض کیا کہ دعا کے ساتھ دوا بھی فرمائیں کہ مریض اچھا ہو۔بعض نے بڑی راز داری سے یقین دلایا کہ انگریز کی تباہی کے مسودہ پر سب ولیوں،نبیوں کے دستخط ہو چکے ہیں،اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستخط باقی ہیں،تم جان کو تکلیف میں نہ ڈالو،صبح وشام یہ کام ہوا ہی چاہتا ہے۔ میں نے ہر چند سرکارِ مدینہ کی تمام زندگی کے روشن ورق پیش کیے کہ میدان میں اترے بغیر کامرانی کا تاج پہنایا نہ جائے گا۔ جواب ملا میاں تم شریعت کی باتیں کرتے ہو،طریقت کے نور کو نہیں سمجھتے۔

تعویذ:

کسی ایک پر کیا موقوف ہے،مسلمانوں کا سارا کاروبار تعویذوں اور دعاؤں پر ہی منحصر رہ گیا ہے۔مشکلات کے حل کے لیے جدو جہد کا میدان تلاش نہیں کرے گے، بلکہ مستجاب الدعوات کی تلاش میں اوقاتِ عزیز کو ضائع کریں گے۔ اگر اس بیکار سرگرمی میں وقت ضائع کرنے کے بجائے حصولِ مقصد کے ذرائع سوچنے اور اسباب مہیا کرنے کی کوشش میں اوقات صرف کریں تو کامیابی قدم چومے،مگر جان پر آفت کون اٹھائے۔زبان ہلا کر کون ومکان میں انقلاب پیدا کرنے والا شخص میسر آجائے تو کیا بات ہے،لیکن ایسی آرزوؤں کی پرورش کرنے والے مسلمانوں کی عقل کا ماتم کن لفظوں میں کیا جائے کہ جب سرورِ دو عالم کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان جوکھوں میں ڈالنا پڑی اور اصحابِ رسول ﷺ کو شہادت کا جام نوش کرنا پڑا تو اور کون ہے۔جو محض زبان سے نظامِ عالم میں انقلاب پیدا کردے گا؟

ایک عزیز کا ذکر ہے کہ مکان کے دروازے بند کر کے کان پکڑے ہوئے تھا۔خاندان کے کسی بزرگ نے دروازے کے دراڑ میں سے اچانک دیکھ لیا،پوچھا یہ کیا حال ہے۔اس عزیز نے سچ سچ کہہ دیا کہ استاد سبق نہ یاد کرنے پر کان پکڑوا دیتا تھا تو تکلیف ہوتی تھی۔میں کان پکڑنے کی پریکٹس کر رہا ہوں،تاکہ سکول میں کان پکڑنے پڑیں تو تکلف نہ ہو۔اس بزرگ نے فرمایا کہ برخوردار اتنے میں سبق ہی یاد کر لیا کرو کہ کان پکڑنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

مسلمان جس قدر تعویذوں کے حصول کے لیے اور مستجاب الدعوات لوگوں کی جستجو میں جو محنت صرف کرتے ہیں اور تکلیف اٹھاتے ہیں،وہی اگر حصول مقصد کے لیے محنت کریں،تو گھر میں بیٹھے مطالب حاصل ہو سکتے ہیں،مگر ہماری طاقت کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔اس لیے حسبِ منشا نتیجہ پیدا نہیں ہوسکتا۔

دو اور دوستوں کا حال معلوم ہے کہ گھر میں خدا کا دیا بہت کچھ تھا،مگر چشم دنیا دار گھر میں شاہانہ ٹھاٹھ دیکھنے کی متمنی تھی۔کسی صاحب ضرورت نے انھیں تسخیر ہمزاد کا چکمہ دے کر ان سے مالی امداد حاصل کی اور ایسے سبز باغ دکھائے کہ باوجود اہل حدیث ہونے کے دونوں الگ الگ قبرستان میں ۴۰ رات چلہ کاٹنے پر آمادہ ہوگئے۔رات کے آدھے بجے بستر

سے اٹھ کر قبرستان کی سنسان اور ویران جگہ پر جانا جنون سے کم نہیں، لیکن ضرورت مند دیوانہ ہو جاتا ہے۔ نامناسب موسم کے باعث کئی راتیں بارش میں کاٹیں اور مینہ سے بھیگے ہوئے پرندے کی طرح سکڑ سمٹ کر وقت کاٹا۔ مصیبت کے پہاڑ اٹھا کر ۴۰ راتیں پوری کیں۔ اب ان کے خیال میں صبح امید طلوع ہونے والی تھی، انھیں بتایا گیا تھا کہ چالیسویں رات کے بعد وظیفہ ختم کر کے منہ اندھیرے قبرستان سے نکلنا اور جو پہلا شخص تمھیں ملے گا، وہ تمھارا مؤکل جن ہوگا۔ وہ تمھارے تابع فرمان ہو کر تمھاری حسب منشا بادشاہوں کے کسی محلات میں داخل ہو کر خوبصورت شہزادیوں کو اٹھا لایا کرے گا۔ وہ رات بھر میں تمھارے لیے عالیشان قصر تیار کر دے گا۔ دنیا کے سارے خزانے سمیٹ لائے گا۔

ان میں سے ایک وظیفہ کو ختم کر کے خوشی خوشی قبرستان سے نکلے، دیکھا کہ ایک دھوبی کپڑوں کی گٹھڑی لے کر نہر پر جا رہا ہے معاً خیال آیا کہ یہی میرا جن ہے جو دھوبی کے بھیس میں ہے، لپک کر اس کے پیچھے ہو لیا۔ بے وقت قبرستان سے برآمد ہونے پر اس سے دھوبی ڈرا اور گٹھڑی جوتا وہیں چھوڑ کر بھاگا۔ ٹھہر نا ٹھہر نا کہتے یہ پیچھے پیچھے، بچانا بچانا پکارتا دھوبی آگے آگے۔ دونوں کی سانس پھول ہوئی تھی، دھوبی بیچارا قبرستان کے اس جن سے پناہ پانے کے لیے پاس کے گاؤں میں پہنچا۔ جہاں اس کی بہن بیاہی ہوئی تھی۔ وہ گاؤں میں داخل ہوتے ہی پکارا، بہن جنت دروازہ جلدی کھولو۔

لوگو! مجھے بچاؤ۔ تمام گھروں کے مرد لینا لینا کر کے گھروں سے نکل آئے۔ عورتوں نے ڈر کے مارے بچوں کو چھاتیوں سے لگا لیا کہ کیا جانے کیا آفت آئی ہے۔

لوگوں نے دونوں کو پکڑ لیا، وہ اس دھوبی کو جن بتاتا تھا اور دھوبی اسے قبرستان کا بھوت کہتا تھا۔ بڑا معرکہ آن پڑا تھا، دھوبی کو سب جانتے تھے، اس کی بہن جنت اپنے بھائی سے لپٹ کر میرا بھائی، میرا بھائی کہہ کر دھوبی کی کہانی تصدیق کرتی تھی۔ ادھر یہ شکل اور لباس سے بڑے معزز تھے، ان کو جھٹلانا بھی آسان کام نہ تھا، گاؤں کے داناؤں نے آخر فیصلہ دیا کہ دونوں ڈر گئے ہیں اور ایک دوسرے کے متعلق انھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارے عزیز دوست نے جلدی سے وہاں رخصت لی۔ مبادا کوئی پوچھ بیٹھے کہ تمھاری کہانی ہے۔

اب دوسرے دوست کی سرگزشت سنیے، وہ قبرستان سے نکلے تو ان کو ایک آوارہ مزاج نوجوان سے مڈبھیڑ ہوئی۔ یہ صبح سویرے انھیں اپنا جن سمجھ کر آواز دینے لگے کہ ٹھہر جا۔ وہ سمجھا کہ پولیس افسر مجھے للکار رہا ہے۔ وہ گھر سے ناراض ہو کر نکلا تھا، پولیس کے ہتھے چڑھ جانے کے خوف سے وہ بھاگا۔ جن کے متلاشی نے کہا، میں نے تیرے لیے اتنی تکلیف اٹھائی ہے۔ تو بھاگ رہا ہے، نوجوان رکا اور پلٹ کر کہنے لگا۔ تھانیدار صاحب میں نے کوئی چوری تو نہیں کی۔ میں باپ سے ضرور ناراض ہو کر نکلا ہوں، لیکن بھائی کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ لاہور سیکرٹریٹ میں ملازم ہے۔ تاہم انھیں یقین تھا کہ یہ ضرور جن ہے اور لڑکے کو یقین تھا کہ تھانیدار ہے، دونوں لاہور سیکرٹریٹ میں پہنچے، مزدور کے بھائی نے اسے خوش آمدید کہا، فرضی پولیس افسر کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے زحمت اٹھائی۔ یہ ناکام و نامراد گھر آئے، اسی روز دونوں ناکام دوست اس امید پر ایک دوسرے سے ملے کہ شاید دوسرے کا چلہ کامیاب رہا ہو۔ جب دونوں ایک دوسرے کے حال سے آگاہ ہوئے تو خفت مٹانے کے لیے ہنسنے لگے۔

(جاری ہے)

احرار اور سرکار کی خط و کتابت...... بسلسلۂ تحریکِ کشمیر قسط:۱

مرتب: امام اہل سنت، جانشین امیرِ شریعت، مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تحریک کشمیر، تاریخِ احرار کا ایک عظیم اور قابلِ فخر باب ہے، اس کی بنیادی معلومات تاریخِ احرار کے اوراق میں اور مزید ضروری تفصیلات بزرگ رہنما، محترم تاج الدین انصاری کی نئی تالیف ’’تحریکِ کشمیر اور احرار‘‘ کے صفحات میں موجود ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ اسی تحریک کے دوران میں پیش آنے والے ایک خاص مرحلہ کی نقشہ کشی پر مشتمل ہے۔

تقسیم ملک سے پہلے برصغیر ہندو پاک میں نوابیاں اور رجواڑے تعلق داریاں اور ریاستیں انگریزیں فرمانروائی میں ایک مستقل نظام اور حکومت اندر حکومت کا صحیح نمونہ تھیں۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ ملک کی چھوٹی سے چھوٹی مذہبی اور سیاسی گروہ بندیوں سے لے کر کانگریس اور مسلم لیگ جیسی سب سے قدیم اور بڑی پارٹیوں تک نے بھی ایک طویل عرصہ تک اس دوہری غلامی کے سدّ باب کے لیے کسی عزم اور کوشش کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مجلس احرار کو اللہ تعالیٰ نے جہاں تحریک آزادی کے تمام مراحل پر ہمیشہ سبقت و قیادت کے شرف سے نوازا...... وہیں اُسے یہ امتیاز و خصوصیت بھی عطا فرمائی کہ اس نے ملک کے لیے براہِ راست جد جہد آزادی کی زہرہ گداز اور جاں توڑ مہم کے ساتھ ساتھ انگریز کی ’’دوسری سیاسی دفاعی لائن‘‘ یعنی ریاستی نظام کو بھی للکارا اور اپنے عزم و قوت کا نشانہ بنایا، اپنی عمر اور وسائل کی حیثیت سے سینکڑوں گنا بڑھ چڑھ کر اقدامات کیے اور ’’ھَل مِنْ مُّبَارِزْ‘‘ (کیا ہے کوئی سامنے آنے والا) کا نعرہ لگاتے ہوئے کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیے۔

احرار کی محنت و جانفشانی اور عوام کی اثر پذیری و جاں سپاری کے سبب سے جب پون لاکھ سرفروشوں کی یلغار نے کشمیر اور پنجاب کی جیلوں کے نظام کا انجر پنجر ڈھیلا کر کے رکھ دیا، ریاستی حکومت بے بس ہوگئی۔ کشمیری مسلمان بیدار ہو کر اس مہم کے حامی بن گئے، رنگون (برما) سے دکن اور کراچی سے پشاور تک، ملک کے گوشہ گوشہ سے رضا کار لشکروں کا تانتا بندھ گیا، تحریک کی عظمت و اہمیت اور اس کے دور رس سیاسی و اقتصادی اثرات نے عوام و خواص سب کو جھنجھوڑ کر احرار سے ہم آہنگ ہونے پر مجبور کر دیا، تو پھر انگریز نے بھی اپنے مشہور عیّاری و فن کاری کے سنگھاسن سے نیچے قدم رکھ کر اکابر احرار سے مصالحت کا ڈول ڈالا۔ بظاہر غیر اہم لیکن فی الحقیقت احرار کی فطرت اور اجتماعی مزاج کے موافق عنصر یعنی جمعیت علماء ہند کے بزرگوں کو واسطہ بنانے پر آمادگی ظاہر کر دی، چنانچہ ریاست کی طرف سے وزیر اعظم کشمیر سر ہری کشن کول اور نمائندگانِ احرار کے طور پر حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ علیہما کے مابین اس مسئلہ پر بڑی متین، مدلل اور اصولی خط و کتابت ہوئی، لیکن انجام کار سر فضل حسین، قادیانیوں اور دوسرے انگریز پرستوں کی دسیسہ کاری نے رکاوٹ ڈالی اور مستقبل میں احرار کے سیاسی عروج و اقتدار کا تصور کر کے برطانیہ اور ریاستی حکومت نے بات چیت ختم کر دی۔ گلینسی کمیشن بیکار ہو گیا، البتہ تحریک کا بنیادی مقصد اس حد تک پورا ہوا کہ کشمیری مسلمان ہندوؤں کے مقابلہ میں زیادہ ولولہ، جوش و خروش، ہمت و استقلال اور شعور و بصیرت کے ساتھ آزادیٔ کشمیر اور آزادیٔ ملک کی جدوجہد میں باقاعدہ شریک ہو گئے۔ آئندہ سطور میں احرار اور سرکار کی مذکورہ خط و کتابت ملاحظہ کریں، کیونکہ بظاہر یہ چند صفحات کا حقیر تحریری مجموعہ تحریک و سیاست کشمیر کی تاریخ کے صحیح فہم اور اس کے متعلق عادلانہ غور و فیصلہ کے ضمن میں منطقی واسطہ اور اکابر احرار کے قول و عمل کے لیے میزان کا کام دے گا۔

(حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری: ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء)

نومبر ۱۹۳۱ء کی آخری تاریخوں میں شیخ محمد صادق صاحب کی سعی مفاہمت کی ناکامی اور مولوی انیس احمد اور نواب بھیا فرید الدین کی اپنے اس خیال میں مایوسی کے بعد کہ وہ حکومت ہند کے کسی ذمہ دار افسر سے کوئی دعوتی خط لا سکیں گے، مولوی انیس احمد اور نواب بھیا فرید الدین نے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب سے دریافت کیا کہ اگر ہز ہائی نس مہاراجہ کشمیر آپ کو گفتگوئے مصالحت کے لیے دعوت دیں تو آپ احرار اور حکومت کشمیر کے درمیان مفاہمت کرانے پر آمادہ ہوں گے یا نہیں؟

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ باعزت مفاہمت کے لیے ہر دانش منداور خود دار شخص تیار رہتا ہے اور مجلس احرار بھی تیار ہوگی اور اس سلسلے میں اگر ہم کوئی خدمت کر سکتے ہیں تو ہمیں عذر نہیں ہے۔ دوسری ملاقات میں وہ آ کر یہ کہہ گئے کہ ہز ہائی نس کی طرف سے آپ کے اور مولانا احمد سعید صاحب کے نام دعوت نامہ آئے گا اور پھر تیسری ملاقات میں انھوں نے یہ کہا کہ وزیر اعظم یہ چاہتے ہیں کہ دعوت نامہ کی اشاعت نہ کی جائے۔ مفتی صاحب نے کہا کہ ہم دورانِ گفتگوئے مصالحت اسے شائع نہ کرنے کا وعدہ کر سکتے ہیں، لیکن جب گفتگو کا سلسلہ کامیابی یا ناکامی پر ختم ہو جائے تو پھر تمام خط و کتابت ضرور شائع کی جائے گی، اس کو وزیر اعظم نے منظور کر لیا۔ چنانچہ یکم دسمبر کو مولوی انیس احمد اور نواب فرید الدین صاحبان نے ہز ہائی نس مہاراجہ کشمیر کا یہ دعوت نامہ جو نمبر ایک پر درج ہے لا کر دیا۔

یہاں پر یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ مولوی انیس احمد اور نواب فرید الدین صاحبان کا اس معاملہ سے بس اس قدر تعلق ہے، چنانچہ وزیر اعظم کا تار جب مفتی صاحب کو ملا جو نمبر ۱۳ پر درج ہے اور جس میں لاہور کے بورسٹل جیل میں احرار لیڈرز سے ملاقات اور گفتگو کرنے کے لیے مفتی صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب کو دعوت دی گئی تھی تو لاہور جانے سے قبل دہلی میں ہی حضرت مفتی صاحب نے ان دونوں صاحبوں سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ احرار لیڈرز کے ساتھ ملاقات اور گفتگو میں آپ کو شریک نہیں کیا جائے اور نہ کوئی سرکاری آدمی یا جیل آفیسر شریک ہو سکے گا۔

اب چونکہ بظاہر گفتگوئے مفاہمت کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے، اس لیے حضرت مفتی صاحب کی اجازت سے میں تمام خط کتابت شائع کر رہا ہوں، تمام مراسلات کی اصلیں محفوظ ہیں اور اس اشاعت میں کسی قسم کی رائے کے اظہار سے احتراز کیا گیا ہے۔ صرف تمام دستاویزات کو پبلک کے سامنے پیش کر دینا مقصود ہے تا کہ لوگوں کو دیکھنے اور رائے قائم کرنے میں آزادی رہے۔ (سید محمد شفیع سر، دفتر جمعیت علماءِ ہند، دہلی)

ہز ہائی نس مہاراجہ کشمیر کی طرف سے دعوتی خط

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے نام

کشمیر ہاؤس (دہلی)

۲ر دسمبر ۱۹۳۱ء

جنابِ محترم!

میں نہایت خوشی کے ساتھ یہ بات جناب کے علم میں لاتا ہوں کہ آج سہ پہر کے وقت ۵ اور ۶ بجے کے درمیان

ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر آف کشمیر آپ سے اور مولانا احمد سعید صاحب سے ملاقات کی مسرت حاصل کرنا چاہتے ہیں، بالکل صحیح ٹائم بعد میں ٹیلی فون پر عرض کر دیا جائے گا۔

آپ کا نیاز مند:
ہری کشن کول
وزیر اعظم جموں وکشمیر

بخدمت مفتی کفایت اللہ صاحب
(پریذیڈنٹ جمعیت علمائے ہند، دہلی)

حضرت مفتی صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب کی ہز ہائی نس مہاراجہ کشمیر سے ملاقات

ہز ہائی نس کے مکتوب (ا) کی بناء پر دسمبر ۲/ ۱۹۳۱ء کو حضرت مفتی صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب نے کشمیر ہاؤس دہلی میں ہز ہائی نس سے ملاقات کی۔

ہز ہائی نس اخلاق واحترام سے پیش آئے اور فرمایا کہ ''میں آپ کی تکلیف فرمائی کا ممنون ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ کی بزرگانہ کوششیں اس تلخی کو جو کشمیر اور احرار میں پیدا ہوکر دونوں کے لیے پریشانی اور تکالیف کا سبب بن رہی ہے، دور کرنے میں کامیاب ہوں گی''۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ ''میں آپ کی اس مہربانی کا کہ آپ نے ہمیں یاد فرمایا، ممنون ہوں اور جس امر کا آپ نے ذکر فرمایا، میں اس کو انسانی خدمت کے لحاظ سے ادا کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن ہز ہائی نس کو معلوم ہے کہ معاملہ کی باگ ڈور مجلس احرار کے ہاتھ میں ہے۔ مجلس احرار کے کئی رہنما قید ہو چکے ہیں، اگر ہز ہائی نس احرار لیڈروں کو جو مختلف جیلوں میں قید ہیں، ایک جیل میں جمع کرا دینے کا انتظام کرا دیں اور ہم دونوں کو اس کا موقع دیں کہ ہم ان احرار رہنماؤں کو ساتھ لے کر جو ابھی قید نہیں ہوئے ہیں، اسیر رہنماؤں سے ملاقات اور گفتگو کریں، اگر ایسا موقع بہم پہنچایا گیا تو ہمیں امید ہے کہ ایک باعزت مفاہمت کرا دینے میں ہم کامیاب ہو جائیں گے۔

وزیر اعظم نے مہاراجہ کشمیر کے کے مواجہہ میں دریافت کیا کہ باہر سے کن اصحاب کو اندر لے جانا آپ مناسب سمجھتے ہیں؟ مفتی صاحب نے چودھری افضل حق، خواجہ عبدالرحمٰن غازی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری (یہ اس وقت تک گرفتار نہ ہوئے تھے) کے اسماءِ گرامی بتائے اور ساتھ ہی یہ تصریح بھی کر دی کہ یہ حضرات اگر کسی اور شخص کو بھی اندر لے جانا ضروری سمجھیں تو اس کو لے جانے کی اجازت ہونے چاہیے۔ پھر وزیر اعظم نے دریافت کیا کہ اُن اسیر رہنماؤں کے نام کیا ہیں جن کو آپ ایک جیل میں جمع کرانا چاہتے ہیں؟ مفتی صاحب نے مولانا مظہر علی اظہر، مولانا احمد علی صاحب، مولانا محمد چراغ، مولانا محمد داؤد غزنوی، شیخ حسام الدین، خواجہ غلام محمد، ماسٹر محمد شفیع کے نام لکھوا دیے۔ مفتی صاحب کی اس تجویز کو ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب نے منظور کر لیا۔

راجہ ہری کشن کول وزیر اعظم نے فرمایا کہ مولوی مظہر علی صاحب تو ہمارے جموں جیل میں ہیں، انھیں تو ہم بلا توقف جہاں چاہیں منتقل کر سکتے ہیں، البتہ احرار لیڈرز جو انگریزی حکومت کے قیدی اور پنجاب کے مختلف جیلوں میں ہیں، ان کو ایک جیل میں جمع کرنے کے لیے حکومت پنجاب سے کہنا ہوگا، مگر یہ کوئی دقت طلب بات نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس کا انتظام آسانی سے اور جلد ہو جائے گا۔ میں آج یا کل یہاں سے لاہور جاؤں گا اور حکومت پنجاب کے ذمہ دار افسروں سے گفتگو کروں گا۔ ۴ یا ۵ دسمبر تک آپ کو اطلاع دوں گا۔ آپ کے خیال میں کس جگہ اجتماع مناسب ہوگا؟

مفتی صاحب نے کہا کہ اجتماع لاہور میں ہو تو بہتر ہوگا، مگر ہمیں اس پر کوئی اصرار نہیں ہے کہ لاہور ہی ہو، جہاں بھی ہو ہم وہیں جا سکتے ہیں۔ وزیر اعظم نے کہا کہ ہاں میرے خیال میں بھی لاہور میں جمع کرنا اچھا ہے۔ پنجاب گورنمنٹ کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ بہر حال اگر اجتماع لاہور میں ہو تو جس وقت آپ لاہور پہنچیں، مجھے اطلاع کر دیں تاکہ (اگر میں خود لاہور میں موجود نہ ہو تو) کوئی ذمہ دار شخص معاملات پر گفتگو کرنے کے لیے لاہور میں ہی موجود رہے۔

اس گفتگو اور قرارداد کے بعد مفتی صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب ہز ہائی نس سے رخصت ہو کر چلے آئے اور اس امر کے منتظر رہے کہ وزیر اعظم ہمیں اطلاع دیں تو ہم لاہور جائیں۔ کئی روز کے انتظار کے بعد ۶ / دسمبر کو وزیر اعظم کا جموں سے یہ تار آیا۔

تار منجانب وزیر اعظم بنام مفتی صاحب

جموں

۶ دسمبر ۱۹۳۱ء

مفتی کفایت اللہ، پریذیڈنٹ جمعیت علمائے ہند، دہلی

حکومت پنجاب سے ملاقات ہوگئی۔ اراکین کو ایک جگہ مجتمع کرنے میں چند یوم کا عرصہ لگے گا۔ اس مدت میں آپ براہِ کرم حضراتِ لاہور کو اپنی رائے سے مطلع کر دیجیے اور اس کی ایک کاپی میرے پاس بھی بھیج دیجیے، میں آپ کو خط بھیج رہا ہوں۔

وزیر اعظم

اس تار کے جواب میں مفتی صاحب نے وزیر اعظم کو حسب ذیل خط بھیجا۔

مراسلہ مفتی صاحب بنام وزیر اعظم

دہلی

۷ دسمبر ۱۹۳۱ء

جناب مکرم وزیر اعظم ریاست جموں و کشمیر

تسلیم! جناب کا تار موصول ہوا۔ شکریہ۔ میرے خیال میں ممبران ورکنگ کمیٹی احرار کے اجتماع میں کوئی دقت نہیں ہے، ان کے اجتماع اور میرے ان سے ملنے اور مشورہ کرنے سے پہلے نہ میں کوئی تجویز مرتب کر سکتا ہوں اور نہ کوئی

ایسی تجویز مفید ہوگی، براہِ کرم ان کے اجتماع کا انتظام جلد کر دیجیے۔

محمد کفایت اللہ، دہلی

مراسلہ وزیر اعظم بنام مفتی صاحب

ہز ہائی نس گورنمنٹ جموں و کشمیر وزیر اعظم آفس

از سری نگر کشمیر

۱۱؍دسمبر ۱۹۳۱ء

کرم فرمائے من مفتی کفایت اللہ صاحب۔

تسلیم! لاہور میں تذکرہ کے بعد پایا گیا کہ قیدیانِ احرار کو یک جا کرنے میں کسی قدر توقف ہے۔ اس لیے میں نے بذریعہ تار آپ کی خدمت میں التماس کی ہے کہ بالفعل برائے مہربانی بذریعہ خط لیڈران احرار موجودہ لاہور کو تحریک فرما دیں کہ شورش کو جاری رکھنا بلاضرورت اور غیر مفید ہے، امید ہے کہ آپ نے برائے مہربانی خط تحریر فرما دیا ہوگا۔ اُمید ہے کہ آپ کی توجہ اس کارِ خیر کی طرف مبذول رہے گی۔

آپ کا خیر اندیش

ہری کشن کول

تار وزیر اعظم بنام مفتی صاحب

سری نگر کشمیر

۱۳؍دسمبر ۱۹۳۱ء

مفتی کفایت اللہ، صدر جمعیت علمائے ہند، دہلی

آپ کا تار ملا۔ خط ابھی تک موصول نہیں ہوا۔ انتظار کر رہا ہوں۔

وزیر اعظم

اس تار کا جواب فوراً بذریعہ تار دیا گیا جو حسب ذیل تھا۔

تار مفتی صاحب بنام وزیر اعظم

دہلی

۱۴؍دسمبر ۱۹۳۱ء

وزیر اعظم ریاست جموں و کشمیر

۷ دسمبر ۱۹۳۱ء کو رجسٹرڈ خط بھیجا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ ورکنگ کمیٹی احرار کے اجتماع میں کوئی دشواری نہیں ہے، براہِ کرم ان کے اجتماع کی جلد صورت کیجیے، کیونکہ جو تجویز ان کے مشورہ سے مرتب کی جائے گی، اس کے نتیجہ خیز

ہونے کی زیادہ توقع ہے۔

محمد کفایت اللہ

۱۴ر دسمبر تک جب یہ تار (۷) دیا گیا تھا، وزیراعظم کا خط نمبر ۵ مفتی صاحب کو نہیں ملا تھا، وہ ۱۶ر دسمبر کو موصول ہوا تو پھر ایک تار وزیراعظم کو حسب ذیل مضمون کا دے دیا گیا۔

تار مفتی صاحب بنام وزیراعظم

دہلی

۱۶ر دسمبر

وزیراعظم ریاست جموں وکشمیر

آپ کی چٹھی مورخہ ۱۱۔ آج ۱۶ر کو ملی، میں اپنی چٹھی اور ٹیلی گرام کے ذریعہ آپ کو اطلاع دے چکا ہوں کہ لیڈرانِ احرار کو ایک جگہ جمع کرنے اور ہم کو ان سے گفتگو کرنے کا موقع دینے سے پہلے کوئی تجویز مفید نہیں ہوسکتی، میں محسوس کر رہا ہوں کہ جس قدر تاخیر ہورہی رہی مصالحت کی راہ میں مشکلات بڑھ رہی ہیں، میں آپ کے جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔

محمد کفایت اللہ

آنریبل میاں سر فضل حسین کی ملاقات

غالباً ۱۰ر دسمبر کو خواجہ حسن نظامی نے مولانا احمد سعید صاحب کو اطلاع دی کہ میاں سر فضل حسین صاحب مفتی صاحب اور آپ سے ملاقات کے متمنی ہیں، فرماتے ہیں اگر آپ حضرات آج ۴ بجے ان کی کوٹھی پر تشریف آوری کی تکلیف گوارا فرمائیں تو بڑی عنایت ہوگی۔ مولانا احمد سعید صاحب نے مفتی صاحب سے استصواب کر کے خواجہ صاحب سے کہہ دیا کہ اچھا ہم دونوں میاں صاحب سے ملاقات کے لیے ۴ بجے ان کی کوٹھی پر پہنچ جائیں گے۔

چنانچہ ۴ بجے دونوں حضرات میاں صاحب سے ان کی کوٹھی پر ملاقات کی، ملاقات کے وقت خواجہ حسن نظامی اور سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون بھی موجود تھے۔ دیگر معاملات پر گفتگو کرنے کے بعد میاں صاحب نے مجلس احرار کے اقدام کا بھی تذکرہ کیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک گفتگو جاری رہی۔ دونوں حضرات نے میاں صاحب سے یہی کہا، مجلس احرار باعزت مفاہمت سے پہلوتہی نہ کرے گی اور ایک باوقار اور باعزت مفاہمت کرانے کے لیے ہم بھی اپنی خدمات پیش کرنے میں تامّل نہیں کریں گے۔ لیکن چونکہ یہ اقدام مجلس احرار کی طرف سے ہوا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ان کے رہنماؤں سے گفتگو اور مشورہ کے بعد ان کی شرائط مرتب کی جائیں، اس لیے ضروری ہے کہ مجلس احرار کے اسیر رہنماؤں کو ایک جیل میں جمع کیا جائے اور ہمیں اور احرار کے آزاد رہنماؤں کو ان سے ملاقات اور مشورہ کا موقع دیا جائے۔

میاں صاحب نے اسیر رہنماؤں کے نام دریافت کیے اور باہر سے جیل میں جانے والوں کے نام پوچھے، ہم نے اسیروں اور باہر سے جانے والوں کی وہی فہرست لکھوا دی جو راجہ ہری کشن کول وزیراعظم کو لکھوائی تھی اور وہی شرط کر لی

کہ دی ہوئی فہرست کے علاوہ بھی کسی اور شخص کو لے جانے یا اور کسی اسیر کو یک جا کرنے کی ضرورت ہوئی تو اس کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔ میاں صاحب نے اسے منظور فرما لیا اور فرمایا کہ اچھا میں کل یا پرسوں لاہور جاؤں گا اور چودھری افضل حق وغیرہ سے بات کروں گا، اگر انھوں نے بھی پسند کیا تو میں اس کا انتظام کر کے افریقہ جاؤں گا۔ چنانچہ ۱۲؍ دسمبر کو میاں صاحب دہلی سے لاہور گئے۔ مفتی صاحب کو لاہور کے پتہ سے بغرض یاددہانی حسب ذیل تار دیا۔

تار مفتی صاحب بنام میاں سر فضل حسین

دہلی

۱۴؍ دسمبر ۱۹۳۱ء

آنریبل میاں سر فضل حسین صاحب

جناب نے متعلقہ اشخاص سے گفتگو کے بعد اجتماع کا انتظام کر دیا ہوگا، مہربانی فرما کر بذریعہ تار مطلع فرمائیں

محمد کفایت اللہ

اس تار کا جواب میاں صاحب نے خط کے ذریعہ دیا۔ جس کی نقل حسب ذیل ہے۔

مکتوب میاں سر فضل حسین بنام مفتی صاحب

نمبر ۶ کنگ ایڈورڈ روڈ نیو دہلی

(بمبئی کو جاتے ہوئے راستہ میں)

۱۴؍ دسمبر ۱۹۳۱ء

محترم مولوی صاحب

آپ کا تار مورخہ ۱۴؍ دسمبر ۱۹۳۱ء کو موصول ہوا، میں چودھری افضل حق اور دیگر اشخاص سے گفتگو کر چکا ہوں، میرا خیال ہے کہ آپ کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

میں ہوں آپ کا مخلص

فضل حسین

یہ خط بھیج کر میاں صاحب تو لندن روانہ ہوئے، یہ کچھ نہیں بتایا کہ انھیں نے گفتگو کا انتظام کس طرح کیا اور کس کو معین کیا؟

مفتی صاحب نے میاں صاحب کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ راجہ ہری کشن کول سے یہ بات طے ہوئی ہے اور ساری گفتگو جو پہلے درج ہو چکی ہے، ان سے ذکر کر دیا تھا۔ میاں صاحب نے فرمایا تھا کہ کچھ مضائقہ نہیں، مقصد ایک ہی ہے کہ منصفانہ اور معقول طریقہ پر یہ کشمکش ختم ہو۔

اس کے بعد راجہ ہری کشن کول کا یہ تار موصول ہوا۔

بورسٹل جیل میں احرار رہنماؤں سے ۲۲ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو ملاقات

۲۲ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو ایک بجے دن کو بورسٹل جیل میں احرار لیڈروں سے ملاقات ہوئی۔ باہر سے ہم دونوں اور چودھری افضل حق صاحب اور خواجہ عبدالرحمٰن غازی گئے تھے اور اندر مولوی مظہر علی اظہر، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا احمد علی، مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد چراغ، خواجہ غلام محمد، اور شیخ حسام الدین موجود تھے، ماسٹر محمد شفیع بیمار تھے اس لیے وہ گفتگو میں شریک نہ ہوئے، کوئی اور شخص ملاقات اور گفتگو میں شریک نہ تھا۔ ۶ بجے شام تک گفتگو ہوئی، اس کے بعد سب واپس چلے آئے اور نتیجۂ گفتگو و ملاقات کے طور پر حضرت مفتی صاحب نے راجہ ہری کشن کول وزیر اعظم کے نام خط لکھ کر ان کے پرسنل اسسٹنٹ پنڈت جیون لال کو با خذ رسید حوالہ کر دیا، خط یہ تھا۔

مراسلہ مفتی صاحب بنام وزیر اعظم

لاہور

۲۳ر دسمبر ۱۹۳۱ء

بخدمت جناب پرائم منسٹر صاحب، ریاست جموں و کشمیر

تسلیم! کل ۲۲ر کو میں اور مولانا احمد سعید صاحب اور چودھری افضل حق صاحب اور غازی عبدالرحمٰن صاحب بورسٹل جیل میں احرار لیڈرز سے ملے۔ احرار لیڈرز میں مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا مظہر علی اظہر، شیخ حسام الدین، مولانا احمد علی، مولانا سید محمد داؤد صاحب، مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب، خواجہ غلام محمد اور مولانا محمد چراغ موجود تھے۔ سب سے پہلے ہمیں اس ناگوار حقیقت کا علم ہوا کہ احرار لیڈرز کو باوجود اس کے کہ باہم مل کر گفتگو اور تبادلۂ خیالات کرنے کے لیے ہی جمع کیا گیا تھا۔ بورسٹل جیل میں ان کو باہم ملنے اور مشورہ کرنے کا موقع نہیں دیا گیا، سب کو علیحدہ علیحدہ رکھا گیا ہے۔

اور ہمارے ساتھ ملنے سے پہلے ان کو آپس میں ملنے اور مشورہ کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، یہ طرز عمل ایسا تھا کہ احرار لیڈرز کوئی گفتگو نہ کرتے تو حق بجانب ہوتے، لیکن انھوں نے خالی الذہن ہونے کے باوجود باعزت صلح سے اعراض کرنے سے احتراز کیا اور ابتدائی مراحل پر تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔

ان کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا مقصد مسلمانانِ کشمیر کے لیے انصاف حاصل کرنے میں مدد دینا اور آئندہ ان کے لیے امن و ترقی کی راہ نکالنا ہے اور اس کے لیے وہ ذمہ دار حکومت کے قیام کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسی بنیاد پر صلح کی گفتگو کرنے کو تیار ہیں۔ دوسرے یہ کہ گفتگوئے صلح ذمہ دارانہ طریقہ پر یعنی کوئی نمائندہ دربار کی طرف سے ذمہ داری کے ساتھ گفتگو کرے، اس لیے میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان دونوں باتوں کے متعلق مناسب صورت نکالیں اور مجھے مطلع فرمائیں۔

محمد کفایت اللہ

(جاری ہے)

جماعت احمدیہ.....تحریفات اور جعل سازیاں (قسط سوم)

تحریر: عکرمہ نجمی رترجمہ: صبیح ہمدانی

ایک سوچی سمجھی تحریف کا ثبوت...... ہیضے کا قصہ:

یہ ایسا مقام ہے کہ کوئی احمدی اس پر پیوند لگانے کی کوشش بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ جعل سازی اتنی بڑی ہے کہ کسی تاویل واصلاح کا امکان ہی باقی نہیں رہا۔ چونکہ یہاں کوئی جھوٹی گواہی یا ضمیر فروشی کام نہیں آسکتی۔ چنانچہ قادیانیوں نے اس روایت کو ہی سرے سے حذف کر دیا ہے، جس میں میر ناصر کے مطابق خود مرزا قادیانی کے اپنے الفاظ تھے کہ: ''مجھے ہیضہ ہو گیا ہے''۔

ذیل میں پرانے ایڈیشن میں موجود عبارت کا ترجمہ دیا جا رہا ہے:

''جب آپ (مرزا غلام قادیانی) اپنے اہلِ خانہ کے ہمراہ سفر پر جاتے تھے تو مجھے بھی ہمراہ رکھتے تھے۔ جب وہ لاہور کے سفر پر گئے تو میں ان کے ساتھ تھا، جب ان کا انتقال ہوا تو میں موجود تھا۔ وفات سے ایک روز پہلے جب آپ شام کی سیر کے لیے نکلے تو میں ان کے ساتھ تھا۔ تب میری کیفیت بہت خراب تھی، اور ان کی حالت دیکھ کر میری پریشانی طاقت سے باہر تھی، میرے غم کی شدت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا......، جب رات کو ان کی طبیعت بگڑی......تو مجھے جگایا گیا......، جب میں ان کے پاس پہنچا اور ان کو دیکھا تو انھوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

[میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے]

اس کے بعد میرے خیال میں انھوں نے کوئی اور واضح بات نہیں کی، یہاں تک کہ اگلے روز دس بجے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا''۔ (حیاتِ ناصر: ص: ۱۴، طبع قدیم)

لیکن نئے ایڈیشن میں جماعت کے جعل سازوں نے بنیادی عبارت کو اس بھونڈے پن سے حذف کیا ہے کہ جملے کی ترتیب بگڑنے کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی۔ اب عبارت اس طرح ہے:

''جب رات کو ان کی طبیعت بگڑی...... میں اسی مکان میں سو رہا تھا، تو مجھے جگایا گیا......، جب میں ان کے پاس پہنچا اور ان کی حالت دیکھی، اور اگلے روز صبح دس بجے ان کا انتقال ہو گیا''۔

یعنی درمیان سے اس عبارت کو بالکل حذف کر دیا گیا کہ:

''تو انھوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: [میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے] اس کے بعد میرے خیال میں انھوں نے کوئی اور واضح بات نہیں کی''

اس پوری عبارت کو حذف کر کے جملے کو اس شکل میں ڈھالا گیا کہ: وہ (میر ناصر) مرزا قادیانی کے پاس حاضر ہوا

پھر اگلے روز مرزا صاحب کا انتقال ہو گیا!!۔ جو شخص کسی دوسرے کی عبارت میں سے اپنی مرضی کی باتوں کو اس جرأت و جسارت سے حذف کر سکتا ہے اس پر بالکل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

مرزا طاہر احمد کا مباہلہ اور جماعتِ احمدیہ کی تحریف:

جنرل ضیاء الحق کے ساتھ مباہلے کے قصے میں پیش آنے والی جعل سازی کی ایک اور مثال بھی دیکھیے۔ جس سے جماعت احمدیہ کی تحریفانہ اور نوسر بازانہ صلاحیتوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ پروفیسر ہانی طاہر لکھتے ہیں:

''جب قادیانیوں کا چوتھا خلیفہ (مرزا طاہر) پاکستان سے فرار ہو کر 'یاجوج ماجوج' کے پاس پناہ گزین ہوا، اور اپنی اس سیاسی پناہ گیری کے جواز میں اس نے حکومت کی جانب سے گرفتاری کی کوششوں کی داستان گھڑی، تو اس کو ایک بڑی مشکل کا سامنا اس طرح کرنا پڑا کہ اس کے پیروکار گروہ میں آوازیں اٹھنا شروع ہوئیں کہ مرزا صاحب اور ان کے بعد ان کے خلفاء جن جلالی شان کے وعدوں اور خدائی نشانات کے اظہار کی پیشینگوئیوں کو لے کر کھڑے ہوئے تھے ان میں سے کچھ بھی تو پورا نہیں ہوا، اسی طرح اس عالمی جنگ کا بھی دور دور تک کوئی امکان نظر نہیں آ رہا جو جماعت احمدیہ کی پریشانیوں کا خاتمہ کرے۔ اس پر مرزا طاہر نے مجبور ہو کر مباہلہ کے اعلانات کے ذریعے اپنے پیروکاروں کی توجہ بانٹنے کی کوشش کی۔

اس مباہلے میں مرزا طاہر نے قادیانیوں کے خلاف لگائے جانے والے بے ہودہ الزامات کا ذکر کیا، مثلاً ''مخالفین الزام لگاتے ہیں کہ احمدیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی خدا کا باپ ہے'' وغیرہ وغیرہ، پھر اس کے بعد جون ۱۹۸۸ء میں یہ دعا کی:

''اے رب ہم تیرے سامنے عاجزی وزاری کے ساتھ یہ دعا کرتے ہیں کہ تو ہم میں سے جھوٹے اور مفتری فریق پر ایک سال کے دوانیے میں اپنا قہر وغضب نازل فرما اور ان کے لیے ذلت وخواری ورسوائی لکھ دے......، اور ان کو دردناک عذاب کے ساتھ پکڑ اور شدید سزاؤں کے ساتھ مٹا دے......، اور ان پر ایک بعد دوسری مصیبت نازل کر، اور ان پر ایک کے بعد دوسری آفت مسلط فرما......'' (کتاب دعوتِ مباہلہ)

اس دعا کے مطابق وہ فریق جو اس قسم کے جھوٹ باندھتا ہو اس پر درج ذیل احوال آنا ضروری ہیں:

۱: ذلت وخواری ورسوائی

۲: دردناک عذاب اور شدید سزاؤں کے ساتھ نام نشان کا مٹ جانا

۳: ان پر پے در پے مصیبتوں اور ایک کے بعد دوسری آفتوں کا نازل ہوتے رہنا۔

۴: اور یہ سب ایک سال کے وقفے کے اندر اندر یعنی جون ۱۹۸۹ء تک وقوع پذیر ہونا۔

پھر دو ماہ بعد مرزا طاہر نے اس دعا کو منسوخ کر دیا، اور ۱۲/ اگست ۱۹۸۸ء کے خطبے میں اپنی جماعت کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

۱: میری لاعلمی اور خطا کی انتہا دیکھو......

۲: اللہ سے یہ دعا کرو کہ وہ اس قوم پر رحم فرمائے تا کہ یہ ایمان لا سکیں، یہ دعا مت کرو کہ یا اللہ ایسا ایسا معاملہ ظاہر فرما، تا کہ یہ ایمان لے آئیں۔ (یعنی مرزا طاہر لوگوں کی بربادی کی دعا مانگنے کے عمل کے حق میں نہیں)

۳: پس وہ دعا جو میں نے آپ لوگوں سے پچھلی بار طلب اس کو منسوخ سمجھیں، کیونکہ اس کا کوئی مطلب نہیں ہے،

۴: واحد دعا جو ہم سب کو مانگنی چاہیے وہ یہ ہے کہ اے اللہ تو دلوں کا مالک ہے، تو قادر و قوی ہے، تو رحیم ہے، اے اللہ تو ہمیں معجزے کے طور پر ان مخالفوں کے دلوں کو پلٹتا ہوا دکھا دے کہ یہ مومن بن جائیں، ہمیں ان کے عذاب پر خوشی نہ ہوگی، بلکہ ان کی ہدایت پر خوشی ہوگی۔ (۱۲ راگست ۱۹۸۸ء کا خطبہ)

اب ہوا یوں کہ اس خطبے کے پانچ دن بعد صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق ہوائی جہاز کے حادثے میں قتل کر دیے گئے۔ اس میں ایک بات تو بالیقین یہ کہی جا سکتی ہے کہ ہوائی حادثے میں قتل ہونا نہ تو رسوائی ہے اور نہ ذلت و خواری، بالخصوص اس صورت میں جبکہ جنرل ضیاء الحق کو پاکستان کی تاریخ کے سب سے بڑے جنازوں میں سے ایک جنازہ بھی نصیب ہوا۔ چنانچہ اصولاً تو اس موت کو مرزا طاہر کے مباہلے کا نتیجہ کہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ایک ہوائی جہاز میں بم پھٹنا ہرگز 'پے در پے مصیبتوں' یا 'آفت کے بعد آفت' کے مترادف نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک لمحے میں پیش آنے والی سریع الاثر موت ہے جس سے دوچار ہونے والوں کو شاید احساس بھی نہ ہوا ہوگا۔ مزید یہ کہ مرزا طاہر کا مباہلہ خاص طور پر علماء و مشائخ کو مخاطب کر کے کیا گیا تھا اس میں ضیاء وغیرہ کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ مگر اس سب کے باوجود قادیانیوں کا زعم ہے کہ مباہلے کا نتیجہ ان کے حق میں نکلا، اور ہوائی جہاز میں بم دھماکے کا واقعہ پیش آنا مباہلے کے حق ہونے کی روشن دلیل ہے۔

اب چونکہ اس دعوے کو تسلیم کرنے کی کوئی بنیاد نہیں تھی لہٰذا جماعتِ احمدیہ نے ایک بار پھر تحریف اور جعل سازی کی بیساکھیوں کے سہارے اس دعوے کو مستحکم کرنے کی ٹھانی۔ پس اب ان کا کہنا ہے کہ ان کے خلیفۂ رابع نے ۱۲ راگست ۱۹۸۸ء کے خطبے میں اعلان کیا تھا کہ:

''خدا تعالیٰ نے کل رات خواب میں مجھ پر کھول دیا ہے کہ کہ تقدیر کی چکی نے گھومنا شروع کر دیا ہے، اور بے شک خدا تعالیٰ اس طاغوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور اس کو ہباء منثورا کی طرح اڑا دے گا، پس آپ یقین کر لیں کہ اس کی سزا نزدیک ہے، اور دنیا کی کوئی طاقت اس کو اس سزا سے کبھی نہیں بچا سکتی''۔ (مجلّہ ''التقویٰ'' اپریل ۲۰۰۹ء)

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس خطبے میں ان مذکورہ الفاظ کا ایک حرف بھی مرزا طاہر کی زبان سے نہیں نکلا۔ بلکہ اس کے برعکس بات کی گئی، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ ۱۲ راگست والے خطبہ میں تو مرزا طاہر نے اپنی بد دعاؤں کو منسوخ کرنے اور علماء و مشائخ کی ہلاکت کی بد دعاء کو ان پر رحمتِ خداوندی کے نزول کی دعا کے ساتھ بدلنے کے احکام جاری کیے تھے۔ ہاں اس سے پچھلے خطبے میں (یعنی منسوخ خطبے میں) مرزا طاہر نے البتہ کہا تھا کہ: ''خدا کی چکی نے گھومنا شروع کر دیا ہے......'' لیکن اس خطبے میں بھی ضیاء الحق یا کسی دوسرے کا کوئی ذکر نہیں، نہ تو کسی ہباء کا نہ کسی منثورا کا۔

اسی طرح ان کا زعم ہے کہ ان کے خلیفہ نے ۱۰ رجون کے خطبے میں کہا تھا: ''یقین کر لیں کہ خدا سبحانہ و تعالیٰ ضیاء

الحق کو ضرور پکڑے گا''۔ (مجلّہ ''التقویٰ'' اپریل ۲۰۰۹ء)

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا طاہر نے اس کے تین ہفتے بعد اس کے بالکل برعکس بات کہی:

''میں صدر ضیاء الحق کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس مباہلے کو قبول کرنے سے پہلے تھوڑا غور و فکر سے کام لے، اور میں اسے خدا کے ڈر کی نصیحت کرتا ہوں۔ میں ان کو یہ نصیحت اس لیے کر رہا ہوں کہ جب میں نے ۲۵ ر جون کو ان کی تقریر سنی تو مجھے لگا کہ انھیں خدا کے خوف کا احساس ہے اور ان پر تقویٰ کے آثار موجود ہیں''۔ (خطبہ مرزا طاہر: یکم جولائی ۱۹۸۸ء)

اب دیکھنا چاہیے کہ عالمِ واقعہ میں کیا پیش آیا۔ ہوا یہ کہ احمدی جماعت اس قدر رسوا ہوئی کہ جھوٹ بولنے میں مثال بن کر رہ گئی۔ اور ان کا خلیفہ اس واقعے کے بعد ۱۱ر برس زندہ رہا یہاں تک کہ الیاس ستار نامی ایک عام مسلمان (اور مجاہدِ ختمِ نبوت) سے حقیقی مباہلہ شروع ہوا جس نے مرزائیوں کے خلیفۂ رابع کو اندر باہر سے پارہ پارہ کر دیا۔ اس مباہلے کے بعد مرزا طاہر جتنا عرصہ زندہ رہا غم والم میں رہا اور اسی غم والم میں ہی مر گیا۔ رسوائی کا ایک نمونہ یہ ہوا کہ مرزا طاہر جھوٹ میں غلو اور مبالغے کی حدیں پار کر گیا، حتیٰ کہ اس نے ایک بار یہ دعویٰ کیا کہ ایک سال میں آٹھ کروڑ دس لاکھ لوگوں نے دیگر ادیان چھوڑ کر احمدیت قبول کی ہے۔ رسوائی کی یہ صورت روزانہ بنیادوں پر ہمارے سامنے ہے۔ ہم سب مرزا طاہر کے اس کذب وافتراء کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتے ہیں، اور یہ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ پوری پوری جماعت احمدیہ اور اس کے سب ارکان مرزا طاہر کے اس صریح جھوٹ کو جھوٹ کہنے سے خاموش ہیں اور اس کی ذمہ داری بھی قبول کرنے سے قاصر ہیں۔

جب میں نے مرزا قادیانی کے باطل پر ہونے کی دسیوں دلیلیں جمع کر کے شائع کیں تو مجھ سے کئی احمدیوں نے رابطہ کیا، اور ایک ہی بات دہرائی کہ: تمھارے بیان کردہ دلائل واضح ہیں مگر ضیاء الحق والے مباہلے کا کیا جواب دو گے؟۔

عام احمدیوں کے نزدیک ضیاء الحق کا قتل ایک عظیم الشان معجزہ ہے جس کی مثال انھوں نے کبھی زندگی میں نہیں سنی۔ یہیں سے جماعت احمدیہ کی جعل سازی کے لیول کا اندازہ کیا سکتا ہے کہ وہ ایک صریح جھوٹ کو سب سے بڑے معجزے میں تبدیل کرنے کی نوسر بازانہ مہارت رکھتی ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا قضیہ اور جماعت احمدیہ کی تعریف:

(مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا غلام قادیانی کے ساتھ مباہلہ کرتے ہوئے یہ بددعا فرمائی تھی کہ اللہ دونوں میں سے جھوٹے شخص کو سچے کی زندگی میں موت عطا کرے، اور سچا آدمی جھوٹے کے مرنے کے بعد بھی حق کی نشانی کے طور پر باقی رہے، مرزا قادیانی نے اس مباہلے کو قبول کر لیا اور پھر مولانا ثناء اللہ کی زندگی میں ہیضے کی وبا میں مبتلا ہو کر آنجہانی ہو گیا، جب کہ مولانا ثناء اللہ مرزا قادیانی کے مرنے کے بیسیوں برس بعد فوت ہوئے۔ مترجم)

جماعت احمدیہ کی مشہور تحریفانہ جعل سازیوں میں سے ایک وہ ہے جو انھوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے قصے میں گھڑ رکھی ہے۔ اس طرح کہ جماعت احمدیہ نے اپنے بانی سلسلہ کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ انھوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں کہا تھا کہ: ''اس نے ایک بالکل مختلف معیار تجویز کیا ہے، (حالانکہ) جھوٹا سچے سے زیادہ عرصہ زندہ رہ سکتا ہے۔

جیسا کہ مسیلمہ کذاب اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں ہوا''۔ (اشتہار اکتوبر ۱۹۰۷ء، بحوالہ: شبہات وردود)

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات سرے سے جھوٹ اور غلط بیانی کے سوا کچھ نہیں، کیونکہ مرزا قادیانی نے ایسی کوئی بات کبھی نہیں کہی، اس نے اس تاریخ میں کوئی اشتہار تک شائع نہیں کیا۔ حال یہ ہے کہ جماعت احمدیہ نے مجبور ہو کر بعد میں اس بات کا اعتراف بھی کر لیا، مگر پھر انھوں نے ایک نیا جھوٹ گھڑا کہ پہلا جھوٹ بھول چوک اور سہوِ کتابت کی وجہ سے ہوا تھا۔ پھر انھوں نے اخبار ''الحکم'' سے ایک نئی عبارت برآمد کر کے اپنے جھوٹ کو ثابت کرنا چاہا، جبکہ اس عبارت کا اس سارے قضیے سے کوئی واسطہ ہی نہیں تھا۔

مرزا قادیانی کی کتابوں کے عربی ترجمے میں کی جانے والی جعل سازیاں:

جن مقامات پر مرزا قادیانی جہاد کی مخالفت کرتا ہے، وہاں پر جماعت احمدیہ کے سرکاری مترجمین اپنی طرف سے بطور تحریف ''اقدامی'' یا ''سرکشی والا'' کے الفاظ خوبخود بڑھا دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ مقامات جہاں پر مرزا قادیانی نے اپنے آپ سے نبوت کی نفی کی ہے اور کہا کہ میں حقیقی معنوں میں نبی نہیں ہوں، وہاں پر مترجمین یہ جعل سازی کرتے ہیں کہ نبوت یا نبی کے لفظ کے بعد اپنی طرف سے ''مستقل'' کے لفظ کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ (یعنی اگر مرزا نے کہا کہ میں نبی نہیں ہوں، تو مترجمین خود ہی لکھ دیتے ہیں: میں 'مستقل' نبی نہیں ہوں، مترجم) یہ ایک دوسری نوعیت کی تحریف اور جعل سازی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس ساری صورتحال میں دیانت داری اور اخلاقی جرأت کہاں ہے؟

جعل سازی کی جو مثالیں اوپر مذکور ہوئیں وہ زیادہ تر پروفیسر ہانی طاہر کے چھپے مقالات سے ماخوذ ہیں۔ ان مثالوں سے جو صورتِ حال ہمارے سامنے یقینی طور پر متشکل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جماعتِ احمدیہ پیشہ ورانہ طور پر جھوٹ، جعل سازی، نوسر بازی اور تحریف جیسے کاموں کی عادی ہے۔ اور وہ ابھی تک ایک عام سادہ احمدی سے ان حقائق کو چھپانے کی ناروا کوششوں میں مصروف ہے۔ کہ اگر وہ اس درجے کی تحریفات کو اس قدر زیادہ تعداد میں کرتے رہنے کے عادی ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کا طریقہ یہی ہے۔ اور یہ بھی کہ ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے بھی اسی طرح کی کئی عبارات میں بہت سی تحریفات کر چکے ہوں۔

اے اہلِ حق میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کہ کہتا ہوں کہ ایسی کسی جماعت اور گروہ پر کس طرح اعتبار کیا جاسکتا ہے؟ کیا یہ کہ ان کو امت کی سب جماعتوں میں فرقہ ناجیہ اور ایسی جماعت قرار دیا جاسکے جس کے وجود پر اس زمانے میں امت مسلمہ کی بقا کا مدار ہے؟ اس درجے کی شدید جعل سازیوں کے بعد ایسی کوئی بات سوچنے کا بھی امکان کیسے باقی رہ سکتا ہے؟

اللھم ارنا الحق حقًّا وارزقنا اتّباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه. آمین. (اے اللہ! ہمیں توفیق دے کہ ہم سچائی کو سچ ہی سمجھیں اور اس کی پیروی کریں، اور توفیق دے کہ ہم باطل اور جھوٹ کو باطل ہی سمجھیں اور اس سے پرہیز کرتے رہیں آمین)۔ اور اللہ ہی ہمارے ارادوں اور عزائم میں اصل مقصود ہے۔

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب: ماہنامہ المدینہ، خصوصی اشاعت ''ماں نمبر''۔　　قیمت: -/500 روپے　　مبصر: حافظ اخلاق احمد

ناشر: صائمہ ٹاور، روم نمبر A-205، سیکنڈ فلور، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی۔

ماں محض ایک لفظ نہیں بلکہ وارفتگی، محبت اور شفقت کی گویا ایک صورتِ مجسم ہے۔ ماں کا لفظ سنتے ہی ٹھنڈی چھاؤں اور ایک تحفظ اطمینانِ کامل کا احساس اجاگر ہوتا ہے، ایک عظمت کی دیوی اور سب کچھ قربان کر دینے والی ہستی کا تصور ذہن میں آتا ہے، ماں کے لفظ میں مٹھاس ہے، ماں اس ہستی کا نام ہے جو زندگی کے تمام دکھوں اور مصیبتوں کو اپنے آنچل میں چھپا لیتی ہے، ماں اللہ پاک کی عطا کردہ نعمتوں میں افضل ترین نعمت اور جہانِ رنگ و بو کا سب سے خوبصورت تحفہ ہے۔ ماں کی اسی محبت، عظمت، خلوص اور شفقت کو مدنظر رکھتے ہوئے ماہنامہ ''المدینہ'' کے مدیر اور ان کے معاونین نے ایک خصوصی شمارہ ''ماں نمبر'' مرتب کیا ہے۔

یہ خصوصی شمارہ چھے ابواب پر مشتمل ہے، اس خصوصی اشاعت میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاءِ کرام، بزرگانِ دین رحمہم اللہ اور مشاہیر اُمّت کی ماؤں کا تذکرہ ہے۔ اس شمارہ کے بعض مضامین اس قدر رقت آمیز ہیں کہ ان کے مطالعہ سے بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔

ماں سے محبت کا یہ پاک جذبہ جتنے پُر اثر انداز طریقے سے غزلوں اور نظموں میں برتا گیا، اتنا کسی اور صنف میں نہیں۔ شمارے کے آخری باب میں معروف شعراء کرام کا منظوم خراجِ عقیدت کا انتخاب بھی ماں کے پیار، اس کی محبت و شفقت کو اور اپنے بچوں کے لیے اس کی جاں نثاری کو واضح کرتے ہیں۔ یہ اشعار جذبے کی جس شدت اور احساس کی جس گہرائی سے کہے گئے ہیں، آپ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس خصوصی اشاعت پر ماہنامہ ''المدینہ'' کے مدیر اور ان کے معاونین مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی خدمت کو جنت میں جانے کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

اخبارالاحرار

ملتان (29 دسمبر 2018) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ اللہ کی عبادت، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور مخلوق کی خدمت مجلس احرار اسلام کا نصب العین ہے۔ ملکی سیاست میں بدعنوانی اور جھوٹ کا فروغ تشویشناک ہے۔ دینی قوتوں کو کچلنا مغربی ایجنڈا ہے۔ عالمی قوتیں پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہی ہیں۔ حکمران قوم کے صبر کا مزید امتحان نہ لیں۔ قائد احرار، دار بنی ہاشم میں مجلس احرارِ اسلام کے 89 ویں یوم تاسیس کے موقع پر پرچم کشائی کی تقریب سے خطاب کر رہے تھے۔ قائد احرار نے قومی پرچم اور مجلس احرار کا پرچم لہراتے ہوئے کہا کہ مجلس احرارِ اسلام نے انگریز سامراج سے آزادی کی جنگ لڑی اور بے پناہ قربانیاں دیں۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے اپنی پرامن جدو جہد جاری رکھے گی۔

مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا ہمارا فطری و دینی حق ہے۔ مجلس احرارِ اسلام امن کی داعی جماعت ہے۔ جھوٹ بدعنوانی، بددیانتی اور آئین سے انحراف ملک کی ترقی واستحکام کے راستے کی رکاوٹ ہیں۔ اسلام، امن کا دین ہے۔ جب تک مخلوق میں خالق کا نظام نہیں چلایا جائے گا، امن قائم نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ حکمران ملکی آئین اور حلف کی پاسداری کریں۔ قادیانیوں کی آئین سے متصادم سرگرمیوں کو روکا جائے۔ مذہبی آزادی کے حوالے سے پاکستان کے خلاف امریکی رپورٹ جھوٹ کا پلندہ اور قادیانیت نوازی ہے۔ مجلس احرار اسے مسترد کرتی ہے۔ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق محفوظ ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اسلام کی دعوت انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ پاکستان کو اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے قائم کیا گیا۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت آئین میں موجود اسلامی دفعات پر عمل درآمد کروائے۔ پاکستان کو اسلام کے لیے بنایا گیا اور اسلام عالم پر غلبہ کے لیے آیا ہے جبکہ یہاں پر اسلام کو آئین میں بند کر دیا گیا ہے۔

سید عطاء اللہ ثالث نے کہا کہ مجلس احرار اسلام حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے معرض وجود میں آئی اور ہمیشہ تمام مسالک کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ناموس رسالت، تحفظ ناموس ازواج واصحاب رسول علیہم الرضوان کے لیے اپنی جدوجہد کو جاری رکھا۔ اجتماع سے سید عطاء المنان بخاری، صوفی نذیر احمد، شیخ حسین اختر لدھیانوی، شیخ نیاز احمد، مولانا محمد اکمل، سعید احمد، حافظ اشرف علی، عدنان ملک اور فرحان حقانی نے بھی خطاب کیا۔ جبکہ لاہور میں تقریب سے میاں محمد اویس، محمد قاسم چیمہ، چیچہ وطنی میں عبداللطیف خالد چیمہ، چناب نگر میں مولانا محمد مغیرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ میں حافظ محمد اسماعیل، جتوئی میں ڈاکٹر عبدالرؤف، ڈاکٹر ریاض احمد، ماہڑہ مظفر گڑھ میں حافظ محمد عمران منڈھیرا، گجرات میں حافظ محمد ضیاء اللہ ہاشمی، کراچی میں مفتی عطاء الرحمٰن قریشی، بھائی شفیع الرحمٰن احرار نے تقاریب سے خطاب کیا۔

ملتان (یکم جنوری 2019) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے وزارتِ داخلہ کی طرف سے اسرائیلی شہریوں کو پاکستان آنے کی اجازت کی شدید مذمت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایف آئی اے کی وضاحت مضحکہ خیز ہے کہ وزارت داخلہ نے غلطی سے اسرائیل کا نام ان سات ممالک کی فہرست میں شامل کیا ہے جنہیں امیگریشن قواعد وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے پاکستان آنے کی اجازت دی گئی۔ سید کفیل بخاری نے سوال کیا کہ کیا امیگریشن قواعد وضوابط بھی غلطی سے بنائے گئے؟

انہوں نے کہا کہ یہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔ ریاست مدینہ کے نام پر یہودیوں کی ریاست کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ پہلے قومی اسمبلی میں اسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے حوالے سے قرار داد لائی گئی اور اب اسرائیلیوں کو پاکستان آنے کی اجازت دینے کا ڈھونگ رچایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ نشان دہی کے باوجود ابھی تک اسرائیل کا نام فہرست سے خارج نہیں کیا گیا۔ انہوں نے کہا

کہ حکمران ہوش کے ناخن لیں ختم نبوت کے نام پر قادیانیوں کو سپورٹ کیا جارہا ہے اور ریاست مدینہ کے نام پر یہودیوں کو پاکستان لایا جارہا ہے۔حکمران آئین پاکستان کی پاسداری اور حلف سے وفاداری کریں۔آئین اور حلف سے انحراف تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

لاہور (4 جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ منکرین ختم نبوت کے فتنے کے دینی تعاقب کے ساتھ ساتھ سیاسی تعاقب کی بھی اشد ضرورت ہے، عقیدۂ ختم نبوت قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اس عقیدے کے تحفظ کے لیے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر دورِ حاضر تک شہادتوں کی تاریخ رقم ہے اور یہ تاریخ خونِ شہیداں سے لکھی گئی ہے۔عبداللطیف خالد چیمہ نے جامع مسجد بلال کچا جیل روڈ لاہور، سید محمد کفیل بخاری نے جامع مسجد عمر فاروق رحمٰن پورہ سیالکوٹ، مولانا تنویر الحسن نے جامع مسجد ختم نبوت چندرائے روڈ لاہور، قاری محمد قاسم بلوچ نے جامع مسجد قطب احاطہ مول چند لاہور اور مولانا محمد سرفراز معاویہ نے جامع مسجد اشرف علی ہجویری لاہور میں ''پیغام ختم نبوت'' کے سلسلہ میں خطبات جمعۃ المبارک سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کی تاریخ اسلام اور ملک وملت کے خلاف ریشہ دوانیوں سے بھری پڑی ہے۔انہوں نے کہا کہ موجودہ دورِ حکومت میں بیک ڈور ڈپلومیسی کے ذریعے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے خطرناک کام ہورہا ہے اور اس حوالے سے قادیانی لابی اور ملک دشمن عناصر زیادہ سرگرم ہیں۔عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ عالمی استعمار اپنے گماشتوں کے ذریعے وطن عزیز پاکستان میں عدم استحکام کو آگے بڑھا رہا ہے جبکہ پاکستانی سیاستدان اور حکمران سیاسی انتہا پسندی کو فروغ دے رہے ہیں۔سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ سرمایہ پرستوں اور جاگیرداروں نے حکمرانوں اور سیاستدانوں کے روپ میں ملک کو جی بھر کے لوٹا انہوں نے کہا کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے بغیر کسی طرح بھی ترقی نہیں کرسکتا انہوں نے کہا کہ آئین کی اسلامی دفعات کو پس پشت ڈالنے کے لیے درپردہ سازشیں ہورہی ہیں جن کو طشت ازبام کرنا محبِّ وطن حلقوں کی ذمہ داری بنتی ہے۔علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام کے مرکزی میڈیا سیل کی تربیتی ورکشاپ ہفتہ اور اتوار کو مرکزی دفتر نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہورہی ہے جبکہ سید محمد کفیل بخاری اتوار کو بعد نماز مغرب مرکزی دفتر میں درس قرآن پاک کی ماہانہ نشست سے خطاب کریں گے۔

لاہور (6 جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ ذرائع ابلاغ کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔دینی ذہن رکھنے والے افراد جدید صحافتی اسلوب کو سیکھیں اور لابنگ کے نت نئے راستے تلاش کریں وہ دو روزہ احرار میڈیا ورکشاپ کے شرکا سے خطاب کررہے تھے۔اس ورکشاپ کی میزبانی محمد قاسم چیمہ نے کی۔سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ اسلام کے آفاقی پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے لیے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا استعمال سیکھنا طلبا اور نوجوانون کے لیے ضروری ہوگیا ہے۔خطابت بھی میڈیا میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔عبداللطیف خالد چیمہ نے اپنے خطاب میں شرکاء کو تلقین کی کہ وہ عالم کفر کی نت نئی چالوں کو سمجھنے کے لیے میڈیا اور لابنگ کے ذریعے دنیا کے اشکالات کو دور کرنے کا اہتمام کریں اور قادیانی فتنے کی سرکوبی کے لیے کمربستہ ہوجائیں۔محمد قاسم چیمہ نے کہا کہ مجلس احرار اسلام کا میڈیا سیل پوری طرح متحرک ہوچکا ہے اور ہم عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور قادیانی ریشہ دوانیوں کے توڑ کے لیے سرگرم ہیں۔میڈیا ورکشاپ کا اختتام عبداللطیف خالد چیمہ کی دعا سے ہوا۔شرکاء اجلاس نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے متحرک ہوجائیں گے۔

لاہور (7 جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ انتقامی وسیاسی محاذ آرائی نے صورت حال کو پہلے سے بھی زیادہ ابتر کردیا ہے، لاہور کے چار روزہ دورے سے چیچہ وطنی واپسی پر مرکزی دفتر سے

جاری اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ سیاسی عدم برداشت نے ملک کو عدم استحکام سے دوچار کر رکھا ہے، انہوں نے کہا کہ وطن عزیز کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کے دفاع کے لیے ضروری ہے کہ دستور پاکستان کی بالادستی کو تسلیم بھی کیا جائے اور لاگو بھی !انہوں نے کہا کہ احتساب سب کا یکساں ہونا چاہیے اور احتساب سے انتقام کی بو نہیں آنی چاہیے۔علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے چونیاں میں مختلف اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت الٰہیہ کے قیام سے ہی مملکت خداداد پاکستان مسائل کی دلدل سے نکل سکتا ہے۔انہوں نے الزام عائد کیا کہ موجودہ حکمران عقیدۂ ختم نبوت کے منکرین کو نوازرہے ہیں جبکہ قادیانی ملک وملت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں ،مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس نے بتایا ہے کہ تحریک ختم نبوت 1953ء کے دس ہزار شہداء کی یاد میں مارچ میں ملک بھر میں ''شہداء ختم نبوت کانفرنسز'' کا انعقاد کیا جائے گا ،جبکہ لاہور میں 3۔ مارچ کو''ختم نبوت کانفرنس'' ہوگی جس میں مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ رہنما شرکت وخطاب کریں گے۔

لاہور(15 جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری ،نائب امراء پروفیسر خالد شبیر احمد،سید محمد کفیل بخاری ،سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ،ڈاکٹر عمر فاروق احرار،میاں محمد اویس ،قاری محمد یوسف احرار،مولانا تنویر الحسن احرار،ڈاکٹر محمد آصف،حاجی محمد لطیف ، قاری محمد قاسم بلوچ اور دیگر نے پاکستان کی مشہور ومعروف دینی وعلمی شخصیت مولانا حمداللہ کی وفات پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مولانا کی وفات سے پاکستان ایک نامور شیخ القرآن وحدیث اور عالم باعمل سے محروم ہو گیا ہے ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا کبھی پورا نہیں ہوسکتا۔مولانا حمداللہ نے دین اسلام کی تبلیغ اور نشر واشاعت میں اپنی ساری زندگی وقف کردی ان کی اس محنت کا ثمر ہے کہ آج دنیا کے ہر ملک میں ان کے شاگرد دین اسلام کا کام کررہے ہیں آپ اپنے اسلاف بالخصوص شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی جیتی جاگتی تصویر تھے انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

لاہور(18 جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس ،قاری محمد یوسف احرار اور قاری محمد قاسم بلوچ نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ ریاست مدینہ کا خواب دکھانے والی حکومت نے جان بچانے والی ادویات کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ کرکے عوام پر ظلم کے پہاڑ گرادیئے ہیں،عوام کو تعلیم اور صحت کی سہولتیں فراہم کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔کسی بھی ملک کی ترقی میں تعلیم اور صحت کا اہم کردار ہوتا ہے کیونکہ تعلیم اور صحت کے شعبے کو نظرانداز کرکے ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوا جاسکتا۔حکومت غریب مکاؤ پالیسیاں اپنارہی ہے۔ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی پالیسیوں پر نظرثانی کرے،وزارت صحت کی نااہلی اور ملی بھگت سے چیک اینڈ بیلنس نہ ہونے کے باعث ادویات بے پناہ مہنگی ہونے کے باعث پہلے ہی مریضوں کی پہنچ سے دور تھیں، رہی سہی کسر موجودہ حکومت نے اضافہ کرکے نکال دی ہے۔انہوں نے کہا کہ ڈرگ قوانین پر عمل درآمد نہ ہونے کے باعث دواساز کمپنیاں قیمتوں میں غیر اعلانیہ اضافہ کررہی ہے جو ڈرگ ایکٹ کی خلاف ورزی ہے۔انہوں نے کہا کہ ادویات کی قیمتوں میں اضافہ سے غریب علاج سے محروم ہو جائیں گے۔انہوں نے کہا کہ سرکاری اسپتالوں میں غریب کو ڈسپرین کی ایک گولی نہیں ملتی جبکہ اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھے ہوئے جاگیردار اور سرمایہ دار غریب قوم کے پیسے سے بیرون ملک جاکر علاج کرواتے ہیں۔انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت سرکاری خزانے سے بیرون ملک علاج پر پابندی عائد کرے اور ان جاگیرداروں کو بھی ملک کے ہسپتالوں میں علاج کرانے کا پابند بنایا جائے۔

لاہور(19 جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس نے کہا ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ

نے انسانوں کو الگ الگ ناموں سے خطاب کیا ہے اور آج کی تاریخ تک جو چیزیں دریافت ہوئی ہیں یا ہو رہی ہیں وہ سب کی سب 1400 سال پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمادی ہیں اور قیامت تک کے لیے آنے والی کوئی ایجاد ایسی نہیں ہو سکتی جو اللہ کی تخلیق کو چیلنج کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ آج وقت تبدیل ہوا ہے، انسانی فکر تبدیل ہوئی ہے اور نت نئی فکر کے پیدا ہونے سے انسان نے اپنے اسلاف اور اپنے نبی پاک ﷺ کی تعلیمات سے دوری اختیار کر لی ہے جس کے نتیجہ میں ملکوں کے زوال کے بعد مسلمانوں کے علمی، فکری دور کا بھی زوال شروع ہو گیا لہٰذا قرآن و حدیث کی تعلیمات کو زندہ رکھنے اور عام کرنے کی ضرورت ہے اور دنیا جانتی ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا انقلاب ذہنی، فکری، علمی اور عملی انقلاب ہے، اور ہر دور میں اس انقلاب سے عالم کو تقویت ملتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری پسماندگی ہمارے لئے عذاب بن چکی ہے اور آج ضرورت ہے کہ ہم قرآن و احادیث کو پڑھیں، سمجھیں اور عملی زندگی میں اس کو اتار کر اپنی دین و دنیا کو سنوار لیں انہوں نے مزید کہا کہ اگر ہم قلم کی طاقت پہچان کو گئے تو دنیا کے ہر معرکہ کو جیتنے میں کوئی شک نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج محنت و نیک نیتی کے بغیر کامیابی کا کوئی تصور نہیں ہے، آج مسلمان ہر شعبہ میں پسماندہ ہیں، جس کی وجہ وسائل کی کمی اور تعلیمی میدان میں پیچھے رہ جانا ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم تعلیم و تعلم کے شغف کو اپنا شعار بنالیں تو ہم ضرور کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں کارکنوں اور مختلف وفود سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔

لاہور (20 جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری، نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے سانحہ ساہیوال کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ جعلی مقابلے کے نام پر معصوم جانوں کے قاتلوں کو عبرت کا نشان بنایا جائے اور قوم کو حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے۔ اپنے ردعمل میں انہوں نے کہا کہ کسی حکومتی و سرکاری ادارے کے اہلکار کو دہشت گردی کے نام پر قتل و غارت گری کے لائسنس نہ جاری کیے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس واقعہ میں غیر جانبدارانہ تحقیقات سامنے نہ آئیں تو اذہان میں شدید ردعمل پیدا ہوگا اور اس کی ذمہ داری براہ راست حکومت پر عائد ہوگی۔

کراچی (14 جنوری) مجلس احرار اسلام سندھ کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی، شفیع الرحمٰن احرار، قاری علی شیر قادری اور عبدالغفور مظفر گڑھی نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ حکمرانوں کی جانب سے قادیانی نوازاقدامات سے امت مسلمہ اشتعال اور اضطراب کی کیفیت میں مبتلا ہے۔ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئیں ارتدادی سرگرمیاں اور دیدہ دلیری سے تعلیمی ماحول کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت خراب کیا جارہا ہے انہوں نے کراچی کے گرلز کالج نارتھ ایلون آئی میں قادیانیت کا پرچار کرنے والی لیکچرر کو تدریسی عمل سے ہٹا کر سیکرٹری کالجز کے پاس رپورٹ کرنے کے اقدام کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا کہ تعلیمی اداروں میں قادیانی اثر و نفوس ختم کرنے کے اقدامات کیے جائیں تاکہ اس قسم کے واقعات دوبارہ رونما نہ ہو سکیں سرکاری اداروں میں قادیانیت کے کفریہ عقائد کی تبلیغ سے مسلمان طلبا میں شدید اشتعال پیدا ہو گیا ہے انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت قادیانیت نوازی ترک کر کے اس واقعہ کے اصل ذمہ داران کے خلاف عملی کارروائی کرتے ہوئے ان کو کیفر کردار تک پہنچائے اور قادیانیوں کو قادیانیت ایکٹ پر عمل کرنے کا پابند بنائے۔

کراچی (20 جنوری) مجلس احرار اسلام سندھ کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی، مولانا شفیع الرحمٰن احرار، قاری علی شیر قادری اور عبدالغفور مظفر گڑھی نے ہل پارک کراچی میں پچاس سال سے قائم مسجد کو شہید کرنے پر اپنا سخت ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک کو ریاست مدینہ بنانے کی دعویدار حکومت کے دور میں مسجدوں کو شہید کیا جانا ناقابل قبول ہے۔ بدقسمتی سے حکومت نے ملک میں شراب خانے کھولنا آسان اور مساجد کی تعمیر کو مشکل بنا دیا ہے۔ قدیم مسجد شہید کرنے کے ذمہ داروں کیخلاف مقدمہ درج

کر کے انہیں کوڑے مارے جانے چاہئیں۔ اور انہی کے خرچے پر اسی جگہ دوبارہ مسجد تعمیر کی جانی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ جائز جگہ پر قائم مسجد قانونی اور شرعی طور پر ناجائز نہیں۔ مسجد کو کفار تو مسمار کر سکتے ہیں، مسلمانوں سے ایسی توقع نہیں کی جا سکتی۔ مسلمان حکومتوں اور مملکتوں میں ایسی کوئی نظیر ہی نہیں۔ ہندوستان میں بابری مسجد کو شہید کیا گیا تو اس کی سمجھ آتی ہے کہ وہ مشرکین تھے۔ اس اقدام کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ کہ میئر کراچی دین دشمنی پر اتر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مساجد کو تجاوزات کا نام دیکر ڈھانا شعائر اسلام کی توہین ہے۔ ہل پارک کی راہ نما مسجد کو شہید کر کے وہاں فحاشی کا اڈہ قائم کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میئر کراچی تجاوزات کے خاتمے کے عدالتی حکم سے تجاوز کر رہے ہیں۔ کسی کو بھی منبر و محراب کی حرمت پامال نہیں کرنے دیں گے۔ دینی مدارس و مساجد امن و سلامتی کے مراکز ہیں۔۔ انہوں نے کہا کہ تجاوزات کے نام مسجدیں منہدم کرنا اسلام دشمن رویہ ہے۔ ایسے اقدامات سے مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکایا جا رہا ہے۔ انتظامیہ فوری طور پر معافی مانگ کر دوبارہ وہیں مسجد تعمیر کرے۔ علاوہ ازیں انہوں نے سانحہ ساہیوال کی بھی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ تبدیلی سرکار کی حکومت نے ملک میں جنگل کا قانون نافذ کر دیا ہے پولیس کو اس میں کھلی چھٹی دے دی گئی ہے وہ جسے چاہیے دہشت گرد قرار دے کر گولیوں سے بھون دے اس حکومت کو ان معصوم جانوں کا حساب دینا ہوگا انہوں نے کہا کہ اس واقعہ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کر کے مجرموں کو نشانِ عبرت بنایا جائے۔

آل پاکستان دوروزہ احرار میڈیا ورکشاپ

ذرائع ابلاغ کی ضرورت، اہمیت وافادیت سے کسی کو انکار نہیں ہر زمانہ میں اس کی اہمیت وافادیت اور اس کی ضرورت مسلّم رہی ہے اور موجودہ دور میں تو اس کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ چکی ہے ذرائع ابلاغ ایک ایسی چیز ہے جس کی ترقی نے دوریوں کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ علم و خبر کی ترسیل میں آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ افکار و آرا کی ترویج اور ابلاغ کے لئے دائرۂ عمل وسیع تر ہو گیا ہے۔ صاحبانِ علم و ہنر کے تعارف اور اثر پذیری میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ اسی ذریعہ ابلاغ کو انگریزی میں "میڈیا" کہا جاتا ہے۔ آج کے دور میں یہ میڈیا کی ترقی ہی ہے کہ دوریاں سمٹی ہوئی معلوم ہوتی ہیں، دنیا کے کسی خطہ میں کوئی واقعہ رونما ہوتا نہیں کہ اگلے لمحے اس کی خبر ہم تک پہنچ چکی ہوتی ہے۔ گزشتہ دنوں قائدین احرار کے مشورے سے شعبہ دعوت وارشاد کے ناظم محمد آصف نے محمد قاسم چیمہ کی میزبانی میں ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں دفتر کی بالائی منزل پر لائبریری میں دوروزہ احرار میڈیا ورکشاپ کا اہتمام کیا جس کا باقاعدہ آغاز 5 جنوری صبح 10 بجے کلام پاک کی تلاوت سے ہوا اس کی ابتدائی نشست سے مجلس احرار اسلام پنجاب کے ناظم اعلیٰ مولانا تنویر الحسن احرار نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کے برق رفتار عہد میں میڈیا کی اہمیت کو کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اسلام ایک جامع کامل و اکمل دین اور دستور حیات بن کر آیا ہے اس لیے اس میں میڈیا کے حوالے سے بھی ضابطہ و قانون موجود ہے، اسلام میں میڈیا کی کتنی اہمیت ہے اور ان ذرائع ابلاغ کو انسانی زندگی میں کتنا بڑا اور اہم مقام حاصل ہے، اس کا اندازہ کرنے کے لیے ہمیں قرآن پاک کا مطالعہ اور اس میں غور کرنا چاہیے قرآن نے اسلام کے داعیانہ پہلو کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ: "تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے، تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے، تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ اور نصیحت کرتے رہیں یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی اور اپنے رب کی راہ کی طرف بلائیں میں اسلام کے جس آفاقی پیغام کے ابلاغ و ترسیل کا امت مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے، کیا اس کی وسیع اور عالمی پیمانے پر دعوت اور اشاعت، سائنس و ٹیکنالوجی کے اس دور میں ذرائع ابلاغ کے سہارے کے بغیر ممکن ہے؟ ہرگز ممکن نہیں۔

اسلامی نظریۂ ابلاغ کسی انسانی فکر کا اختراع یا محض عقلی بنیادوں پر انسانوں کا تیار کردہ نہیں ہے؛ بلکہ وہ قرآن وحدیث

سے ماخوذ ہے۔انسان کی فطری آزادی سے لے کر ذرائعِ ابلاغ کی آزادی تک کا سارا نظامِ عمل ان ہی اسلامی احکامات وہدایات پر مبنی ہے۔اسلامی نظریۂ ابلاغ میں جہاں ذرائع ابلاغ کو اظہار رائے کی آزادی دی گئی ہے، وہاں اس کو بہت سی اخلاقی شرائط اور سماجی ومعاشرتی قوانین کا پابند بھی بنایا گیا ہے تاکہ دیگر اسلامی نظریات کی طرح یہاں بھی توازن واعتدال برقرار رہے۔اسلامی نظریۂ ابلاغ میں نہ مقتدرانہ نظریۂ ابلاغ کی طرح انسانوں کی آزادی کو مکمل طور پر سلب کیا گیا ہے اور نہ ہی اتنی کھلی چھٹی دی گئی ہے کہ شتر بے مہار آزادی میں دوسرے انسانوں کی آزادی پر انگشت نمائی کی جائے اور ان کی پرائیویسی میں بھی مداخلت کی جائے۔اگر اظہار رائے کی آزادی کی آڑ میں ذرائع ابلاغ کے اس سرکش گھوڑے کو بے لگام چھوڑ دیا جائے،تو یہ ایمانیات کے ساتھ انسانوں کی اخلاقیات کو بھی پیروں تلے روند کر رکھ سکتا ہے۔

اس ورکشاپ کے میزبان محمد قاسم چیمہ نے اس ورکشاپ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انسانی حقوق کے اس دور میں الیکشن بھی میڈیا کے ذریعے جیتے جائیں گے سوشل میڈیا پر لوگوں کے لائکس اور کمنٹس کو فالو کر کے اپنی پارٹیوں کے منشور مرتب کیے جائیں گے انہوں نے کہا کہ دور حاضر میں ٹیکنالوجی کی تیز رفتار ترقی کے باعث ہونے والی معاشرتی تبدیلیوں نے میڈیا کی اہمیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔معاشرے کے ہر طبقے کے لیے ضروری ہو چکا ہے کہ وہ اپنے پیغام اور نظریات سے آگاہی اور ان کے فروغ کے لیے ذرائع ابلاغ کو زیادہ سے زیادہ استعمال میں لائے۔یہ حقیقت ہے کہ آج کے دور میں صرف وہی اقوام اور نظریات عالمی منظر نامے پر حاوی نظر آتی ہیں جو میڈیا کے میدان میں بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔میڈیا میں کم سرگرمی کا مظاہرہ کرنے والے دینی، سیاسی، سماجی غرض ہر قسم کے طبقات کی مقبولیت میں کمی آئی۔میڈیا بھی ایک ٹیکنالوجی کی مانند ہے کہ جسے استعمال کرنے سے پہلے اس کی بنیادی باتوں کا علم ہونا ضروری ہے۔میڈیا کے بہتر استعمال کے لیے ماہرین سے رائے طلب کی جائے کہ جو عام لوگوں کو میڈیا کا بہتر طریقے سے استعمال سکھائیں۔مثالوں اور حقائق کے ذریعے پروپیگنڈے سے بچنے کا ہنر عام کیا جائے۔اسی طرح مدارس کے معلمین کے لیے ورکشاپ (workshop) اور سیمینار (seminar) کا اہتمام کیا جانا چاہیے کہ جہاں انہیں ذرائع ابلاغ کے چیلنج سے آگاہ کیا جائے۔جی ہاں ہمیں اپنا معاشرہ بچانے کے لیے یہ سب کرنا ہوگا! مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میڈیا کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔دینی ذہن رکھنے والے افراد جدید صحافتی اسلوب کو سیکھیں اور لابنگ کے نت نئے راستے تلاش کریں۔اسلام کے آفاقی پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے لیے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا استعمال سیکھنا طلبا اور نوجوانوں کے لیے بے حد ضروری ہو گیا ہے۔ہر نبی اپنے دور کے خطیب تھے اور خطابت کے ذریعے امت تک اپنا پیغام پہنچایا اس لیے خطابت کو بھی میڈیا میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔عبداللطیف خالد چیمہ نے اپنے خطاب میں شرکاء کو تلقین کی کہ وہ عالم کفر کی نت نئی چالوں کو سمجھنے کے لیے میڈیا اور لابنگ کے ذریعے دنیا کے اشکالات کو دور کرنے کا اہتمام کریں اور قادیانی فتنے کی سرکوبی کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔سوشل میڈیا کی اہمیت اپنی جگہ لیکن کتاب اور اخبار کی اہمیت برقرار ہے میڈیا پر جو کچھ چلتا ہے وہ کتاب اور اخبار کا مرہون منت ہے الیکٹرونک میڈیا پر جو گفتگو ہوتی ہے وہ موضوع اخبارات سے ہی اخذ کیے جاتے ہیں اس لیے اپنے علم کی ترویج کے لیے کتاب سے دوستی لگائیں اور اخبارات کا مطالعہ کریں محمد قاسم چیمہ کی زیر نگرانی مجلس احرار اسلام کا میڈیا سیل پوری طرح متحرک ہو چکا ہے اور ہم عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور قادیانی ریشہ دوانیوں کے توڑ کے لیے سرگرم ہیں۔اس موقع پر شرکاء اجلاس نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے متحرک ہو جائیں گے۔میڈیا ورکشاپ کا اختتام 6 جنوری اتوار کو دوپہر 12 بجے عبداللطیف خالد چیمہ کی دعا کے ساتھ ہوا۔

مجلس احرار اسلام جنوبی پنجاب کے ذمہ داران کا تیسرا سالانہ دوروزہ تربیتی اجتماع

ملتان (25 جنوری) مجلس احرار اسلام جنوبی پنجاب کے ذمہ داران کا تیسرا سالانہ دوروزہ تربیتی اجتماع 24 جنوری جمعرات کی صبح سے شروع ہوکر گزشتہ روز نماز جمعہ کے بعد قائد احرار مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کے دعائیہ کلمات اور دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ وطن عزیز کی سلامتی اور بقا اسلامی نظام کے نفاذ میں ہے مجلس احرار اسلام حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے اپنی پرامن آئینی جدوجہد جاری رکھے گی۔ انھوں نے کہا کہ دین کے کام اور دین والوں کے لیے مشکلات پیدا کی جارہی ہیں اور دین دشمنوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے ریاستی ادارے دہشت گردی کو ختم کرنے کی بجائے خود دہشت گردی پر اتر آئے ہیں۔ مجلس احرار اسلام کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ احرار پاکستان کی سلامتی اور تحفظ کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہیں ہم ملک کے آئین اور اسلامی شناخت کو تبدیل نہیں ہونے دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ حکومت کا اسرائیل سے تعلقات قائم کرنا قائد کے وژن کی مخالفت اور اس سے بغاوت ہے۔ مجلس احرار کے ناظم اعلیٰ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ ہمیں پہلے سے زیادہ منظم طریقے سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا دشمن عیار ہے ہمیں اس کی سازشوں سے باخبر رہنا ہوگا۔ انھوں نے کہا سوشل میڈیا عوام سے رابطے کا مؤثر ذریعہ ہے اس کا مثبت استعمال جماعتی عمل کو بہتر کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔ مجلس احرار کے رہنما سید عطاء اللہ ثالث بخاری نے کہا کہ ہمیں اتفاق واتحاد کے ساتھ اپنے تنظیمی سفر کو جاری رکھنا ہے اور جماعت کی ترقی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرکے ختم نبوت کے پیغام کو گھر گھر عام کرنا ہے۔

اجتماع سے مجلس احرار ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل، مجلس احرار اسلام پنجاب کے ناظم مولانا تنویر الحسن، ناظم تبلیغ ڈاکٹر محمد آصف، مفتی صبیح الحسن ہمدانی، سید عطاء المنان بخاری نے بھی خطاب کیا۔

مسافران آخرت

☆محمد یونس (الیکٹریشن) چک نمبر 109-12 ایل چیچہ وطنی کے والد گرامی چودھری محمد رمضان، انتقال: 22 دسمبر 2018

☆مجلس احرار اسلام ملتان کے ناظم مولوی عبدالقیوم کے دادا اور مولانا حفیظ اللہ کے والد، انتقال: 29 دسمبر 2018

☆جامعہ حنفیہ بورے والا کے مہتمم قاری محمد طیب حنفی کے بھائی ڈاکٹر محمد انور غنی 4 جنوری جمعۃ المبارک کو انتقال کرگئے

☆میاں چنوں جماعت کے معاون خصوصی حکیم محمد اکرام عابد 5 جنوری کو انتقال کرگئے

☆انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے رہنما مولانا محمد رفیق وجھوی اور مولانا عمر حیات کے چچا، انتقال 7 جنوری

☆مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن محمد عباس بھٹی کے والد اور محمد بلال بھٹی کے چچا ملک امام بخش مرحوم، انتقال: 11 رجنوری، مجلس احرار کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، مجلس احرار ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل اور دیگر کارکنان نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور اظہار تعزیت کیا۔

☆مولانا عبدالکریم مرحوم چک نمبر 40-12 ایل چیچہ وطنی کے فرزند اور حافظ عبدالحمید کے بھائی عبدالغفار انتقال 12 جنوری

☆صوفی نصیر احمد چیمہ مرحوم کی ہمشیرہ اور ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ چک نمبر 42-12 ایل چیچہ وطنی کی پھوپھی صاحبہ، انتقال 13 رجنوری

☆عالمی مبلغ ختم نبوت مولانا سہیل باوا (ختم نبوت اکیڈمی لندن) کی والدہ کی خالہ، انتقال: 17 رجنوری

☆محترم جناب محمد سلیم علوی کے بھائی جاوید سلطان علوی مرحوم (کینیڈا)، انتقال: 18 رجنوری

☆ملتان کے معروف نعت خوان اور احرار کارکن حافظ محمد اشرف علی کے والد قاری عبدالحنان مرحوم، انتقال: 18 رجنوری

☆عالم اسلام کے ایک عظیم مفکر، عربی زبان ادب کے عظیم نقاد وانشاء پرداز اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیمات مولانا سید محمد

واضح رشید حسنی ندوی 18 رجنوری کو ہندوستان میں انتقال کر گئے۔ مولانا کی ولادت رائے بریلی میں ہوئی اور ندوۃ العلماء لکھنو سے عالمیت اور فضیلت کی سند حاصل کی اس کے علاوہ انھوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے بھی انگریزی زبان وادب میں بی۔اے کیا تھا۔ وہ عربی زبان وادب کے ماہر تھے۔انھوں نے عربی میں 20 اور اردو میں دس سے زائد کتابیں اور سینکڑوں کی تعداد میں مقالات و مضامین لکھیں۔موصوف عربی کے رسالہ ''الرائد'' کے چیف ایڈیٹر اور عربی زبان کے معروف مجلّہ ''البعث الاسلامی'' کے شریک مدیر بھی تھے۔عربی زبان وادب کی خدمات کے اعتراف میں انہیں صدر جمہوریہ ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔نہایت سلیس زبان میں لکھتے تھے۔کئی ملی تنظیموں اور اداروں کے رکن بھی تھے۔موصوف کا شمار اس وقت ان چند گنے چنے علماء میں ہوتا ہے جن کی مقبولیت عالم عرب میں بھی ہے۔وہ ملت کے ایک دردمند مفکر اور بہی خواہ تھے۔اللہ تعالیٰ ان کی تمام کاوشوں کو قبول فرمائے۔

☆مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے متحرک کارکن سید محمد سلیم شاہ کی خالہ محترمہ، انتقال: 19 جنوری، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ ودیگر نے تعزیت کا اظہار کیا۔

☆مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس مولوی محمد نعمان کی چچی اور جناب حفیظ الرحمٰن سنجرانی کی بھاوج صاحبہ، انتقال 21 جنوری

☆ حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے داماد مولانا فداء الرحمٰن، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا خلیل الرحمٰن کے بہنوئی مولانا عبدالرحیم، انتقال: 21 جنوری

☆ جمعیت علماء اسلام پاکستان کے سابق سرپرست مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی اہلیہ، مولانا صفی اللہ اور مولانا کفایت اللہ کی والدہ ماجدہ، انتقال: 24 جنوری 2019ء

☆امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے لاہور میں میزبان حاجی دین محمد رحمہ اللہ کے داماد اور بھائی حبیب احمد کے بہنوئی حاجی محمد جہانگیر رحمہ اللہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

☆لاہور کے احرار کارکن مولانا ناصر عزیز کی دادی صاحبہ گزشتہ ماہ انتقال ☆لاہور کے بزرگ احرار کارکن رانا حبیب اللہ کی اہلیہ گزشتہ ماہ انتقال

☆تبلیغی جماعت کے بزرگ مولانا محمد احمد بہاولپوری، انتقال 26 جنوری، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور جید عالم دین تھے اپنی زندگی دین کی تبلیغ واشاعت میں صرف کر دی۔نماز جنازہ بہاولپور میں ادا کی گئی جس میں ملک بھر سے عوام وخواص نے شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ سب مرحومین کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔آمین

دعاءِ صحت

- ★ قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
- ★ مجلس احرار اسلام ملتان کے سرپرست اور رکن مرکزی مجلس شوریٰ صوفی نذیر احمد
- ★ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب
- ★ لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب ★ مدرسہ معمورہ ملتان کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی
- ★ مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن محمد یعقوب خان خواجکزئی
- ★ ملتان میں ہمارے کرم فرما محمد عباس صاحب فالج کے مرض میں مبتلا ہیں
- ★ چیچہ وطنی، پیر جی عبداللطیف رحمہ اللہ کے پوتے، پیر جی عبدالجلیل مدظلہٗ کے فرزند خلیل الرحمٰن علیل ہیں

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ سب کو شفا کاملہ عطا فرمائے۔آمین

مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان (رجسٹرڈ)

1 جمعہ
2 ہفتہ
3 اتوار
مارچ 2019

سالانہ سہ روزہ

بفضلہ تعالیٰ

اجتماع

دینی و اصلاحی

موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں

جامعہ اشرفیہ
فیروز پور روڈ لاہور

2 مارچ بروز ہفتہ بعد نماز عشاء جامعہ اشرفیہ کے فضلاء کی دستار بندی ہوگی ان شاء اللہ

اس سہ روزہ اجتماع کے دوران روزانہ بعد نماز عصر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کے خلفائے کرام کی مجالس کا خصوصی اہتمام ہوگا

رابطہ برائے دستار بندی
042-37503338

اہل عقیدت سے شرکت کی درخواست ہے

جس میں حضرت مولانا مجدد الملت حکیم الامت محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کے سلسلے کے مجازین خلفاء کرام اور دیگر اکابر علماء کرام و مشائخ عظام شرکت فرمائیں

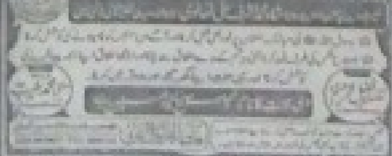

نوٹ: اجتماع میں ہر قسم کی تصویر کشی سخت منع ہے

0300-8439617, 0321-4050123
0333-4409994, 0300-8873007
0321-4119827, 042-37429732
042-37429092 - 93-94

مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان (رجسٹرڈ)

مجلس احرار اسلام پاکستان

(شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت)

0300-6326621 • 0614511961

Email: majlisahrar@yahoo.com

قادیانیت سے برات کا حلفی اعلان

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

مجلس احرار اسلام پنجاب پاکستان کے ناظم مولانا تنویر الحسن احرار کے ہاتھ پر (مراد وند، چکچند ضلع چکوال) کی ایک قادیانی خاتون نے 2/جنوری 2019ء مطابق 24/ربیع الثانی 1440ھ کو اسلام قبول کرلیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو دین حق پر استقامت نصیب فرمائیں اور باقی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی قائم کردہ جماعت مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت (قائم شدہ، اکتوبر 1934ء) کے مبلغین کی محنت اور مسلسل دعوت سے اب تک ملک وبیرون ملک میں بیشتر قادیانی، بہائی، ہندو اور عیسائی اپنے کفریہ عقائد سے توبہ کرکے اسلام کے دامن رحمت سے وابستہ ہوچکے ہیں اور بہت سے حضرات تاحال زیر تبلیغ ہیں۔ قارئین کرام اپنی دعاؤں سے ہماری مدد کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کریم خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے زیادہ سے زیادہ لوگوں پر دین اسلام کو واضح فرمائے اور ان کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچائے اور مجلس احرار اسلام کی اس محنت وکوشش کو قبول فرمائیں۔ آمین

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ: مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اعلیٰ اور معیاری ادویات کے مراکز

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُلِلّٰہ! فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد، گوجرہ، جڑانوالہ، گوجرانوالہ، سانگلہ ہل، حافظ آباد، چنیوٹ

آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس